

# گہرائی کا دل

شادی کی ڈیڑھ فکس ہوتے ہی اس نے سب سے پہلا فون اچھی کو کیا تھا۔  
 ”ہست مبارک ہو بھئی۔ اب تو تم بھی میرے شر  
 آجاؤ گی اور مزے کی بات یہ ہے کہ تم جو ہر ٹاؤن میں  
 اور میں ٹاؤن شپ میں کچی بالکل قریب قریب ورنہ  
 لاہور جیسا شہر اتنا پھیلا ہوا جیسے شیطان کی آنت ایک

شہر میں رہنے کے بلو جو مانا مشکل ہو جاتا ہے۔“  
 ”یہ ہماری کچی گن بھی اٹھی! جو ہمیں ایک بار پھر  
 قریب لے آئی ہے۔“ شوق نے اک جذب کے عالم  
 میں کہا تھا۔  
 ”تو اور کیا ایک سال ہونے والا ہے ہمیں ملے  
 ہوئے ورنہ کمال اور وقت تھا۔ ہم دن میں دو تین بار ملے

محکم ناول

gest.com







کرتے تھے۔ ”انجی نے بھی آدھ گھر گزر کر وقت کو یاد کیا۔

”انجی! میں سوچتی ہوں، کہیں مجھے بھی شادی کے بعد تمہارے جیسی سسرال اور شوہر نہ مل جائیں جو میکے آنے نہ دیں اب دیکھو تمہاری شادی کا تمہارا یہ تیسرا سال ہے۔ پہلے دو سال تو میکے آتی رہیں مگر اب وہ اپنا اصل روپ دکھانے لگے ہیں تمہیں۔ میکے بھیجتے ہی نہیں۔“

”بس شوہر تو ایسے ہی ہوتے ہیں لیکن میرے ساتھ اس سال کچھ مجبوریاں بھی رہیں۔ پہلے ساس بہت بیمار رہیں پھر ان کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے اظہر بہت آپ میٹ رہے بچے بھی دادی کی کمی محسوس کرتے تھے۔ بڑی مشکل سے دوبارہ سے سب معمول پر آیا۔ اب تو میری حالت ہی دوسری ہے۔ ڈاکٹر نے سفر سے منع کر رکھا ہے۔“

”کیا؟“ وہ زور سے چلائی۔ ”ڈاکٹر نے تمہیں سفر سے منع کر رکھا ہے۔ یعنی تم میری شادی پر نہیں آسکو گی؟“

”نہیں شفق! مگر تم ادا سن نہ ہو میں اور ہرلاہور میں تو تمہارے دلہہ کے فنکشن کو انیڈ کر لوں گی۔“

”تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ تمہارے ساتھ ایسی پراہم بھی تو میں ڈیٹ آگے بڑھوا لیتی، خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ تم مجھے بتاؤ۔ کب تک فارغ ہو جاؤ گی۔ میں امی سے بات کرتی ہوں۔ تم میری شادی میں شریک نہ ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے انجی!“

”پاگل مت ہو شفق! آئی اتنی سی بات پر کبھی ڈیٹ تبدیل نہیں کریں گی۔“

”میں ضد کروں گی بھلا تمہارے بغیر خاک منو آئے گا انجی میری سب سے بہترین دوست ہی شادی میں شریک نہ ہو ایسا تو میں سوچ بھی نہیں سکتی۔“

”میں تمہاری محبت کو سمجھتی ہوں شفق، مگر تم بہت عرصہ پہلے اصل میں ابھی عملی زندگی میں قدم نہیں رکھا۔ اس لیے ایسی نزاکتوں کو ہمیں سمجھ رہیں مجھے

بھی تمہاری شادی انیڈ نہ کر سکتے کا افسوس ہے مگر کہ تو رہی ہوں۔ دلہہ کے فنکشن میں بھرپور شرکت کروں گی۔“

”دلہہ کے فنکشن میں بھرپور شرکت کا بھلا کیا سوال! نہ مایوں نہ مندی نہ ہی بارات ساری رونق تو انجی دونوں میں ہوتی ہے اور وہ آخری دن تو بس سب کھانا کھاتے ہیں اور اپنی اپنی راہ لیتے ہیں جس میں ہنگام نہیں جاتی امی سے بات تو ضرور کروں گی۔“

جس وقت وہ اپنی والدہ کے کمرے میں آئی۔ بھابھی بھی یہیں موجود تھیں اور امی سے کسی بات پر مشورہ چاہ رہی تھیں۔

”امی! پہلے میری بات تو سن لیں۔“

”کنفی بار کہا ہے شفق! اب بڑے بات کر رہے ہوں۔ درمیان میں مت بولا کرو۔ اب تو تمہاری شادی ہونے والی ہے گن بھولی پھولی باتوں کا خود خیال کیا کرو۔“ امی نے اچھا خاصا ڈانٹ دیا۔

”یہی تو میں کہنے والی ہوں۔ مجھے ابھی شادی نہیں کرنا۔ آپ بچے آپ بچے۔“

”ہیں یا میں! دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا۔“

ای تو اپنی جگہ سے اچھل ہی پڑیں مارے حیرت کے بھائی کا منہ بھی کھل گیا۔

”وہ ابھی میں نے انجی کو غون کیا تھا۔ ان دنوں ڈاکٹر نے اسے سفر سے منع کیا ہے۔ وہ شریک نہیں ہو سکے گی۔ میری اتنی باری اکلوتی دوست اس کے بغیر میں شادی کروالوں۔ ایسی سب سے وفا نہیں ہوں۔“

”دیکھو ذرا اس لڑکی کو پتا نہیں کب اسے عقل آئے گی۔ اسے یہ کمال لکھا ہے کہ سسلی شامل نہ ہو تو نکاح نہیں ہو سکتا۔“

”بس امی! میں نے کہہ دیا ہے۔ جب تک انجی کو سفر کی اجازت نہیں مل جاتی۔ میں شادی نہیں کروں گی۔“ بڑے آرام سے فیصلہ سنایا تھا۔

”یہ بات کرو ذرا بسے پا اور بھائی کے سامنے“

”مجھے طرح بتا میں گے وہ تمہیں۔ غضب خدا کا تمہارے

خاندان میں بات بچل چکی اور اصرار کے کے بھائی نے شادی میں شرکت کے لیے وہی اپنے آفس میں چھٹی کی درخواست بھی دے دی اور اوپر وارن صاحب اس کے ڈیوٹی تبدیل کروانا چاہ رہی ہیں کہ وہ انہی صاحبہ شریف نہیں لاسکتیں۔

”آپ کو تو شروع سے ہی میری دوست سخت ناپسند ہے۔“

”اس میں پسند کرنے والی بات ہی کون سی ہے؟“ بھائی نے ناک چڑھا کر اپنی ناپسندیدگی کا بھی اظہار کیا۔  
”ہاں آپ کی اور امی کی رائے ہمیشہ اس کے لیے ایسی ہی رہی ہے اور کیوں نہ ہو؟ آخر آپ امی کی بیٹی بھی ہو ہو میں اور وہ بیٹی وہ بھی آپ دونوں کی ہی سہی ہیں۔ اکلوتی بہن کو کبھی کسی قابل نہیں سمجھا۔“

وہ رو باہمی ہو رہی تھی اور اس کی باتیں امی کا پارہ مزید چڑھا رہی تھیں۔

”سنو سنو ذرا اس کی باتیں۔ کل کو شادی ہونا ہے امی کی اور بجائے اپنی عطیہ مانگنے کے یہ ہم سب کو غلط قرار دے رہی ہے۔“  
”کیا؟“  
”ہم شادی کی ڈیوٹی کس لیے آگے بڑھا رہے ہیں۔ تمہارے لپا اور بھائی سے کیا کون۔ رشتہ واروں سے کون سا بہانہ بنائیں اور انہی کم بخت! شکر کیا تھا چار سال پہلے جب اس کی شادی ہوئی تھی کہ چلو اب تمہارے سر سے اس کا بھوت اتر جائے گا۔ کیا معلوم تھا تمہارا ایسا بھی اسی شر ہو جائے گا۔“

”آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں سب چاروں سے خدا واسطے کلیر رہا ہے حالانکہ وہ میرے ساتھ اتنی مخلص ہے اور بھیا کی شادی پر اس نے ہم سب کا کتنا ساتھ دیا تھا۔ کیسی دونوں لگائی تھی۔ امی کو تو ان دنوں بخار آ رہا تھا۔ بہتر سے اٹھنا تک محال تھا۔ یہ انہی ہی تھی جو میرے ساتھ ساتھ تھی۔“

اس کی بات پر بھائی کو بھی وہ سب یاد آ رہا تھا جو وہ بھولی کسی نہیں تھیں۔ انہی کے قیمتی ’ہنسی مذاق‘ دیاب سے حد سے بڑھی ہوئی بے تکلفی اور خود پسندی بھائی پر بظاہر بے ضرر سے اعتراضات بھائی کو شادی

کے دن سرے روز ہی اس لڑکی سے بے زاری ہونے لگی تھی جو سننے میں آ رہا تھا۔ ایک ہفتے سے اوپر ڈرا ڈالے ہوئے تھی اور اس کی چھوٹی نند شفیق کی تو گویا اس میں جان تھی۔ ہاں اپنی چھوٹی بھینسی ساس اور بڑی نند کی آنکھوں میں انہیں انہی کے لیے محبت یا اپنائیت کا کوئی رنگ دکھائی نہیں دیا۔ بڑی نند تو شادی کے چوتھے روز اپنے گھر اسلام آباد چلی گئی اب گھر میں شفیق چھو اور پچھا جان ہوتے تھے یا پھر یہ دونوں نئے لوہے تو دھما دھما کر رہے تھے اور وہ دیکھ رہی تھی انہی صرف شفیق کی ہی دوست نہیں اس کے میاں دیاب سے بھی بہت بے تکلف ہے اور دیاب بھی اس کے رکھ رکھاؤ اور ذہانت کے معترف ہیں وہ اکثر ارم کو مشورہ دیتی۔

”ارے بھابھی! آپ نے اس سوٹ کے ساتھ وہ پریل کا سیٹ پہننا تھا۔“  
”کیا اتنا خوب صورت لگتا۔“  
یا پھر۔

”آپ یہ نہیں وہ ولی ساڑھی پہننے کی بجائے کامیاں جی سکتی تھیں تعریف کریں گے پھر آپ میرا شکریہ ادا کرنا نہ بھولے گا۔“

اور یہ سارے مشورے وہ دیاب کی موجودگی میں دیتی اور ارم کو غصہ اس پر آتا کہ دیاب بھی اس کی باتیں میں ہاں ملا دیتے تھے۔

ارم نے غصوں کیا کہ اسے خود کو نمایاں کرنے اور دوسروں کو کم تر ثابت کرنے میں مزہ آتا ہے شادی پر شفیق نے بیٹن بھی کپڑے بنائے تھے وہ سب انہی کے

مشوروں اور اس کی پسند سے بنائے گئے تھے ٹیری میں بھی مرضی اس کی چلتی جو ارم کی بڑی نند اور دوست صاحبہ ساری تیاری چندی اسلام آباد سے نہ کر لیتیں۔ صاحبہ اور ارم ہم عمر تھیں پھر آپس میں رشتہ داری بھی تھی تو ایک دوسرے کے ہاں پہلے سے آئے جانے کی وجہ سے وہ ارم کی پسند سے اچھی طرح واقف تھی۔ اسی لیے بری اس نے نہ والی تھی۔

انہی شفیق سے پورے چھ سال بڑی تقریباً ”ارم ہی کی ہم عمر تھی اور ارم کو ان دونوں کی دوستی پر حیرت تھی



اور اس کا اظہار اس نے چھپو کے سامنے بھی کر دیا تھا۔

”اے یہ شفیق ہے ہی بے وقوف۔ تمہیں پتہ ہی ہے۔ صاف قہر کی شادی ہم نے بہت جلدی کر دی تھی۔ شفیق چھوٹی تھی۔ بس کی کمی بہت محسوس کرتی تھی یہ انجی لوگ انہی دنوں ہمارے محلے میں شفقت ہوئے تھے۔ بھائی کوئی نہیں۔ یہ پانچ بیٹیاں ہیں۔ شفیق پہلے تو اس کی سب سے چھوٹی بیٹی کی دوست بنی تھی۔ وہ شفیق کے ہی اسکول میں پڑھتی تھی۔ اسی کے لیے یہ ان لوگوں کے گھر جاتی تھی اور پتہ نہیں پھر کس طرح اس کی دوستی انجی سے ہو گئی اور یہ دوستی اتنی بڑھی کہ اب تو مجھے اس کی فضول کی محبت پر بے زاری ہونے لگتی ہے میں تو اس لیے ان کے ہاں جانے سے منع نہیں کرتی تھی کہ گھر میں کوئی لڑکا تو ہے نہیں۔ لڑکیوں والا ہی گھر ہے اور گھر میں اس کا جی نہیں لگتا تو اور چلی جاتی ہے مگر یہ پتہ نہیں تھا یہ تو انجی کو جان کا روگ بنا لے گی۔ دن میں کئی کئی چکر اس کے گھر کے لگتے ہیں اور وہ بھی نہ دن دیکھتی ہے نہ رات جب جی چاہتا ہے منہ اٹھائے چلی آتی ہے اب وہ اب سے کہہ کر شفیق پر تو میں نے کچھ سختی کروائی ہے کہ ان کے گھر کا ماحول اب پہلے کا سا نہیں رہا۔ بڑی بہن نے بی آئی اے میں ایئر پوسٹل کی چاب کر لی ہے۔ دوسری کسی آفس میں لگ گئی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے دونوں بہن ماڈرن دکھائی دینے لگی ہیں۔ یہ انجی پہلے بالکل سادہ سی ہوتی تھی مگر سنوں کی دیکھا دیکھی اس کے بھی رنگ و ہنک بدل رہے ہیں اور شفیق اس کا بہت اثر لیتی ہے بس اسی لیے اب میں ہنسنے ڈرتی گئی ہوں۔“

اور آئے والے دنوں میں ارم نے دیکھا۔ چھپو کا ڈر بے جا نہیں انجی واقعی بڑی آزاد سی لڑکی تھی اور شفیق کو اپنے ساتھ ساتھ لگائے رکھتی تھی۔ ہاں ارم نے جو وہ یہ اس کے ساتھ اپنایا۔ اس کے بعد اس نے ارم کے ساتھ زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش نہیں کی۔

ارم کی شادی کے دو ماہ بعد ہی انجی کی بد سے غیر واپس بہن کی بھی اچانک شادی ٹھہر گئی اور شفیق نے گھر کے کام تو کروائے بازاروں کے بھی اس کے ساتھ خوب چکر لگا رہاں تک کہ مندی کے روز اسے چھٹکن سے بخار ہو گیا مگر انجی پھر بھی اسے اپنے ساتھ تھمتی رہی۔

پھر ارم کی شادی کے ایک سال بعد جب انجی کی بات لاہور گھر گئی تو ارم اور چھوہو دونوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اب تو شفیق کی نقل بالکل سلب ہو چکی تھی وہ صرف انجی کے اشاروں پر ہی چلا کرتی تھی۔ شادی میں شفیق نے کام بھی خوب کیا اور بار بار اس کے گلے لگ کے روٹی بھی بہت اور جب انجی کے دو لہا کو شادی کے روز دیکھا تو دل دھک سے رو گیا۔ کتنا سفید سا ہے۔ انجی بے چاری کیسے گزارہ کرے گی، سب لوگ اس کے دو لہا کو سراورہے تھے۔ کچھ تو زبان میں کہہ رہے تھے۔

”انجی ایسے اچھے لڑکے کے قاتل نہیں۔“ لیکن شفیق دوسرے انداز میں بولی اور کئی راتیں اور شادی کے تیسرے روز جب شفیق اس کی جدائی میں رو رو کر پاگل ہو رہی تھی وہ ہستی مسکرائی خوشبوؤں میں بسی اپنے دو لہا کے ساتھ میکے لگی تھی۔ شفیق کو اس کی آمد کی اطلاع ملی تو اوڑھ کر اس کے گھر پہنچی اور بے ساختہ اس کے گلے لگ گئی۔

”ہائے شفیق! کیا حال بنا لیا ہے میرے بغیر۔“ انجی ہنسی پھر اپنے میاں سے بولی۔

”یہی وہ شفیق ہے جس کے بارے میں میں نے بتایا تھا میں میری محبت میں پاگل ہے۔“

”اچھا اچھا!“ اس کے میاں نے دلچسپی سے دیکھا اور پھر بولا۔

”یہ بہت چھوٹی سی معصوم سی لڑکی ہے۔“

پتہ نہیں کیوں انجی کو یاری سمیٹنے کے بارے میں

میاں کی رائے کچھ پسند نہیں آئی ہوگی۔

”تمہیں اتنی بھی چھوٹی نہیں۔ بس قدمیں مجھ سے

چھوٹی ہے اور کچھ ہے یہ احمق سی اسی لیے ایسی گفتی  
”بچہ“

”شفیق نے انجی کی بات پر کچھ زیادہ غور نہیں کیا۔  
اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر صوفے پر بیٹھ گئی۔  
وہ چاہ رہی تھی جلد کے دور سے اس کے میاں کو تو  
کہیں غائب کر دے پھر وہ ہو اور انجی ہو اور وہ اسے  
بتائے کہ اس کے بغیر یہ تین دن شفیق نے کیسے  
گزارے ہیں۔ مگر انجی کہہ رہی تھی۔

”شفیق! اس وقت تم اپنے گھر جاؤ۔ میں خود تم سے  
ملنے آ جاؤں گی۔“

”ہاں ابھی یہ دونوں ذرا گھومنے پھرنے جا رہے تھے۔  
انجی اظہر بھائی کو اپنا شہر بھی دکھانا چاہتی ہے نا! انجی  
کی چھوٹی بہن نے بتایا۔

”میں بھی چلوں؟“ وہ پرجوش ہوئی کہ انجی اس کے  
بغیر کہاں جایا کرتی تھی۔

”نہیں۔ وہ میں اظہر کے ساتھ جا رہی ہوں نا۔  
سمجھا کرو۔“ اس نے میاں کو دیکھا ہی پھر شفیق کے کان  
کے قریب سے کہنے لگی۔

”میں ان کی تمہاری طرف بہت سی باتیں بتانا  
چاہتی تھی۔ یہ سچ ہیں تم سے ملنے کو۔ ابھی تم جاؤ۔“  
اس کے انداز پر شفیق مسکرائی اک فخر سا محسوس  
ہوا اظہر کی سبکی پر بات سمجھ سے ہی تو شیر کرے گی اور  
گھر آجی۔

”بڑی جلدی دانیسی ہو گئی؟“ ارم سامنے ہی بیٹھی  
میگزین دیکھ رہی تھی اتنی جلدی اس کی دانیسی پر حیرت  
ہوئی۔

”انجی اپنے میاں کے ساتھ کہیں جا رہی تھی کہہ

رہی تھی شام کو آؤں گی تمہاری طرف بہت سی باتیں  
بھی تو بتائی ہیں۔“ شفیق نے انجی کے انداز میں ہی بھائی  
کے سامنے دہرا کر انہیں چونکا دیا۔ شفیق ان دونوں تھوڑے  
ایر میں تھی۔ معصوم سا وہ سی لڑکی جو انجی کی آنکھوں  
سے دیکھتی اس کے دلخ سے سوچتی تھی مگر اب  
انجی بیٹا تھا جس نئی دامن جس نے اپنے تجربات مزے

لے لے کر کسی سے بیان کرنے تھے۔

”نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے۔“ ارم نے سوچا اور  
ایک لمحوں میں فیصلہ بھی کر لیا۔

پھر جب انجی ان کے ہاں آئی تو اس نے دونوں کو  
اکیلے بیٹھنے کا موقع ہی نہیں دیا۔ اس پر دونوں ہی جربز  
ہو رہی تھیں یہاں تک کہ جب انجی نے شفیق سے  
کہا۔

”اؤ تمہارے کمرے میں چل کر بیٹھتے ہیں۔“ تب  
بھی ارم ان کے ساتھ کمرے میں چلی آئی بد مزہ ہو  
کر انجی جلد ہی اجازت لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔  
”کھانے پر روک لیتیں۔“ اس کے جانے کے بعد  
چھپوٹے گھاتھا۔

تب اس نے آہستہ آہستہ سب کچھ پھپھو کے  
سامنے کہہ ڈالا واقعی۔ انجی سے ایسی نزاکتوں کے  
احساس کا خیال ہی فضل تھا۔ ارم نے بڑی عقل  
مندی کا ثبوت دیا تھا۔

”اب وہ آئے گی تو آپ اسے صاف لفظوں میں  
سمجھا دیجئے گا۔“

”تم ٹھیک کہہ رہی ہو مینا میں ضرور اس سے بات  
کر لوں گی۔“

پھر دوبارہ انجی ان کے ہاں تب آئی جب شفیق کے  
بے حد اصرار پر ارم کو اس کے میاں کو کھانے  
پر بلاتا رہا۔ میاں کے سامنے وہ چڑچڑ سے بولنے  
والی بڑھ بڑھ کر مشورے دینے والی انجی غاسی سمجھل  
کر بیٹھی رہی۔ اگلے روز ہی ان کی واپسی ہو گئی اور  
شفیق نے ایک بار پھر اسے آنسوؤں کی وحشت میں  
رخصت کیا۔

اس کے بعد انجی شادی کے تین ماہ بعد آئی وہ

دوسرے جی سے تھی اور حال سے بے حال ہو رہی  
تھی۔ اس کا کسی سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔  
ان دونوں ارم کا چھوٹا بیٹا ہوا تو اس نے شفیق کو اپنے  
پاپس اسلام آباد بلوایا کہ چھوٹے سے بیٹا بچے کے  
ساتھ گھر بار دیکھنا اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔



تازہ خبر سنائی ساتھ ہی اس کے میاں کی شکایت بھی ادا  
دی۔

”ارے یہ شوہر لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اب تو  
تم خود خیر سے تنگ بنے جا رہی ہو لگ بھگ بت جائے گا۔“  
”اللہ نہ کرے جو وہ ایسے روکھے سڑے مزاج کے  
مالک ہوں۔“

”بس شفو! یہ تو مقدروں کے کھیل ہیں ورنہ  
تمہیں پتہ ہے۔ میں کتنی زندہ دل ہنسوڑ میری ساری  
شو قین ہوا کرتی تھی جب تک سارے بازار کا راونڈ نہ  
لگائوں۔ بالوں کا کلب تک نہیں خریدتی تھی اب یہ  
حال ہے۔ ایک اسٹور پر لے جا کر کھڑا کر دیتے ہیں اور  
آرور ہوتا ہے۔ تو مجھے کتنے میں شاپنگ مکمل کر کے  
آؤ۔ میں ادھر بیٹھے کے اس گاڑی میں بیٹھا ہوں۔“

”بائے پھر کیا کرتی ہو؟“ ایسے بھی ان کی عادت  
کا پتہ تھا۔ اس ظلم پر ریشہ ہو کر چلا اٹھی۔  
”مناہی بنتی ہے۔“ انہی نے آؤ بھری۔  
”تھی فراہم دار ہو گئی ہو!“

”ارے نہیں یہی تو کہا ہے۔“  
ان کے ساتھ تو مینے میں ایک بار ہی جانا ہوا ہے۔  
ویسے اکیلی تو میں ہنسنے میں دس چکر بازار کے لگاتی ہوں۔  
انہی نے قہقہہ لگایا اس کی بھی جان میں جان آتی۔  
”اجم! میں چائے کا انتظار کر رہا ہوں۔“ وہ اظہر کی  
آواز سنا کر بخوبی سن رہی تھی۔

”چائے ہی ہے نا کوئی دوا تو نہیں کہ ٹائم آگے پیچھے  
ہو گیا تو جان کے لالے پڑ جائیں گے۔ بتا دیتی ہوں۔“  
انہی نے زمانے بھر کی بے زاری لیجے میں سمو کر میاں  
جی کو جواب دیا پھر بولی۔

”اجہا شفو! جی تو نہیں چاہ رہا مگر یہ ازواجی زندگی  
کے مسئلے۔ جب تک چائے نہیں ملتا اس سے اترے گی  
انہیں سکون کہاں آئے گا۔ بند کرتی ہوں پھر فرصت  
سے بات کریں گے۔“

”بے چاری انہی یہ اظہر تو پہلے دن سے ہی سب کو  
اکھڑا کر خشک مزاج لگا تھا۔ شکر ہے بھلی بتا رہی ہیں۔“

گزرے تین سالوں میں وہ بہت کم رابطے میں رہیں  
مگر شفق ان لوگوں میں سے تھی جو محبت کرتے ہیں تو  
آخری سانس تک نبھاتے ہیں۔ وہ کبھی بھی انہی کو بھلا  
نہیں سکی اور شہسوار کا رشتہ آنے پر جب سے پتہ چلا یہ  
لوگ لاہور سے آئے ہیں تو وہ چونک گئی اور پھر اس نے  
اس رشتے کے حق میں کتنی ہی دعائیں کروائیں صرف  
اس لیے کہ یہ رشتہ سبکی کے شہر سے آیا تھا وہ اسی شہر  
چلی جاتی تو ایک بار پھر ملنے کی امید پیدا ہو جاتی۔

ای ابا! بھیا! ارم بھلی سب ہی کو یہ رشتہ پسند آیا تھا۔  
مختصر یہی تھی۔ شہسوار اس کی والدہ اور بڑا بھائی جو  
سعودیہ میں منیم تھا پھر شہسوار کی جاب بھی اچھی تھی اور  
بھیانے تھے وہ ہنس کھ اور خوش اخلاق لڑکا ہے۔

”ہماری شفق ابھی لاہلی مزاج کی مالک ہے۔ اس  
کے لیے ایسا ہی شوہر مناسب رہے گا جو خوش مزاج اور  
باتوں کو نظر انداز کر دینے والے مزاج کا مالک ہو۔“

”مجھے تو شہسوار کی والدہ بہت اچھی لگی ہیں۔ نرم  
لیجے میں بات کرتی ہیں۔ پڑھی لکھی اور روشن خیال  
ہیں۔“ یہ رائے ارم نے دی تھی۔

”ہاں واقعی بے حد معقول خاتون ہیں۔“ اسی ہو  
کے خیالات سے شفق تھیں وہ چپ چاپ سب سے  
جاتی۔

پھر زیادہ دن نہیں گزرے رشتے کے لیے ہاں کر دی  
گئی۔ اس نے سب سے پہلے انہی کو فون کیا اور آج  
پہلی مرتبہ اپنا ہوا کہ فون اظہر نے اٹھایا۔

”مجھے انہی سے بات کرنا ہے۔“ سلام دعا کے بعد  
اس نے کہا تھا۔

”انہی آپ کا مطلب انجم صاحبہ!“ بڑی منجیدگی  
سے وضاحت چاہی گئی۔

”اف! کتنی روکھی پھسکی بات کرنا ہے یہ شخص  
حالا نکہ میں نے بتایا بھی ہے شفق بات کر رہی ہوں۔

یقیناً“ جانتا ہے شفق ان کی تنیم صاحبہ کی قریبی  
دوست ہے مگر مجال سے جو حال احوال ہی پوچھ لیں۔“  
انہی لائن پر آچکی تھی۔ اس نے جوش کے عالم میں

شہزاد بہت خوش اخلاق ہے۔ مگر شہزاد کے باخلاق ہونے کی اتنی خوشی نہیں تھی جتنا اظہر کی بد اخلاقی پر رنج تھا۔ وہ رات جب تک سو نہیں سکی۔ انہی کی ویران باگم از دلداری زندگی کے بارے میں سوچتی رہی۔



اس کی بات کئی ہوئی تو کچھ ہی دنوں کے بعد شادی کی ڈیٹ کا تقاضا بھی ہونے لگا۔ اصل میں شہزاد کی والدہ کو اپنے بڑے بیٹے کے پاس جانا تھا۔ ان کا ارادہ تقریباً چھ ماہ وہیں رہنے کا تھا اور جانے سے پہلے وہ شہزاد کا گھر سارے چاہتی تھیں۔

ایسا نہ بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس روز وہ بھلی اور اسی سے دھڑلہ دھڑلہ کی بہت سی باتیں بڑی اپنائیت اور بے تکلفی سے کرتی رہیں۔ انہوں نے بھلی کو شہزاد کی پسند ناپسند کے بارے میں بتایا اور بری کے لیے شفیق کی رائے معلوم کرنا چاہی۔

”آئی آپ جو بھی بتائیں گی۔ ہمیں پسند ہو گا۔“  
 وہ نے کلمہ جانتی تھی۔ شفیق کی رائے معلوم کرنے کے لیے اس نے شفیق کی رائے چاہی تھی۔ اب وہ بھلی کے ساتھ جا کر انہی کے مشورے سے خریداری کیا کرتی تھی۔

”اتنی بھی کیا جلدی ہے۔“ ان کے جانے کے بعد شفیق کے اعتراض کیا۔  
 ”تمہیں اپنے گھر جانا ہے بیٹا! جتنی جلدی ہو جائے اچھا ہے۔“

”اچھا تو پھر میں ریڈ کٹر کا غراہ بنواؤں گی۔“ جھٹ  
 ضد چھوڑ کر فرمائش کر دی۔  
 ”ریڈ کٹر شہزاد کو پسند نہیں ہے ابھی ابھی اتنا کر گئی ہیں۔“ گرم نے بتایا۔

”میں ریڈ غراہ بن کے لیے نہیں اسے لیے بنوا رہی ہوں۔“ انداز اطلاع دینے کا ساتھ گرم کو بھئی آگئی۔  
 جبکہ اسی کچھ جزیزی ہو کر اس کی صورت دیکھنے لگیں۔  
 پھر کھانسی سے بولیں۔

”سمجھاؤ اسے اور یہ بات ابھی طرح اس کے دماغ میں ڈال دو۔ جو کچھ شہزاد کو پسند نہیں وہ جیتے میں شامل نہیں ہو گا۔“  
 ”اچھا اور خود صاحب فرمادیں مجھے شفیق پسند نہیں تو کیا مجھے بھی کٹ کر دیا جائے گا۔“

”اوہ ہوا! جتنی لڑکی! اب اس گھر میں تھوڑے دن کی مسلمان ہو۔ میں تمہیں سخت سزا سناتا نہیں چاہتی مگر تم ہو کہ برابر میرا بلڈ پریشر ہائی کر رہی ہو۔ عقل کے ناخن لو۔ اب تمہیں ایک گھر سننا پڑتا ہے۔“

”ہاں تو سنہنیاں لوں گی۔ یہ کوئی مشکل تھوڑی ہے۔ کون سا گھر سر اٹھا کر رکھتا ہے۔“ اس نے شانے اچکائے اسی سر جھٹ کر کچن میں بھلی گئیں۔  
 ”پلیز بھلی! آپ کو پتہ ہے۔ مجھے ریڈ کٹر اچھا لگتا ہے اور دکن تو جتنی ہی ریڈ کٹر میں ہے بس آپ اسی کو سمجھائیں۔ بنواؤں مجھے ریڈ غراہ۔“

”شفیق! دکن اپنے دکان کے لیے ہی جتنی سنو رتی ہے۔ تل۔ تو اگر دو ماہ کو ہی روپ نہ بھائے تو کیا فائدہ۔“  
 ”کیوں نہ بھائے دیکھیے گا کتنا اچھا لگے گا مجھ پر یہ کٹر۔“

”مگر اسے یہ کٹر پسند ہی نہیں ہے۔ پہلی ہی اسٹیج پر اس کی بات رد کر دی۔ وہ کیا سوچے گا۔“  
 ”ہاں بس آپ تو چاہتی ہیں میں ساری عمر اس کے اشاروں پر ناچتی رہوں مگر یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ آخر میں بھی انسان ہوں میری اپنی بھی تو کوئی سوچ ہے۔ یوں ذرا اور اسی بات پر پابندی نہیں نہیں۔ مجھے اتنی نہیں پڑتا۔“

”یہ انہی کا ذکر کہاں سے آیا اور کیا ہوا ہے تمہاری انہی کے ساتھ۔ میں نے تو اسے شادی کے بعد خوش باش ہی دیکھا ہے۔“

”ہو نہ خوش باش اس سبب بد مزاج کے ساتھ یہ تو جو صلہ ہے میری پیاری انہی کا، ہواں باپ کی عزت کی خاطر سب کچھ چپ چاپ کسے جا رہی ہے۔“ اس



السلام علیکم

**FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK (ویب سائٹ) ہمیں اپنے بلاگز**

**PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER**

کے لئے ناول رائٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور چیچ پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- [aatish2kx@gmail.com](mailto:aatish2kx@gmail.com)

Facebook ID :- [www.facebook.com/aatish2k11](http://www.facebook.com/aatish2k11)

Facebook Group :- **FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST**

**SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION**

نے آہ بھری۔

وہ تو دہل گئی۔

”یہ تو مبینہ خطرے کے ہی تو ہوتے ہیں۔ اب تم خود شادی شدہ ہونے جا رہی ہو۔ جب اس کنڈیشن سے گزرو گی تب پتہ چلے گا۔“

”انجی میں نے تو سوچا تھا۔ تمہیں پہلے ہی آنے کا کہوں گی۔ شادی ساری شاپنگ تمہاری پسند سے کروں گی مگر بڑے قسمت!“

”تو اور کیا مجھے بھی تمہاری شادی کا بڑا انتظار تھا مگر سب کچھ اپنے اختیار میں کب ہو کر رہا ہے۔“ انجی نے بھی آہ بھری۔

پھر اس کے چیز کی ساری تیاری اٹی اور محفل نے کی اور میان میں صاف قد نے بھی اسلام آباد سے ایک دو پیکر لگائے اور ان کی مدد کی۔ شوق کی رائے ان تینوں میں سے کسی کے لیے کچھ خاص معتبر نہ تھی اور یوں بھی وہ لباس کے معاملے میں پیشہ دو سروں کی پسند پر ہی انحصار کرتی آتی تھی۔

شادی کی تقریب انجی کے بغیر کس قدر بھینکی اور اوجھری بھی ہو گئی۔ شوق ہی جانتی تھی۔ منہ دی کی شام بھی انجی کا کافی تھا اور جب وہ دیکھتی تھی کہ ان کے خوب صورت ماحول میں بیٹھی تھی تب بھی انجی نے اسے یاد کیا مگر انی نے خود ہی کال ریسیو کی اور اسے بات بھی نہیں کرنے دی۔

پارٹ میں زیادہ لوگ نہیں تھے اور جب وہ لاہور اپنے گھر میں آئی تو یہاں بھی سکون کا احساس تھا۔ اس کا کمرہ بڑی سادگی کے ساتھ سیٹ کیا گیا تھا۔

”نو ہٹلا لگتا ہے یہ نئی دامن کا کمرہ ہے۔ کچھ تو چمک دمک ہوئی بار پھول مگر کچھ بھی نہیں سجایا اسے بھاری پردے، دھڑقلین، قیمتی شوپیں سٹار نہیں کر سکے۔ اپنے محلے میں ہر لڑکے کی شادی پر جو اس کی دامن کے لیے کافی پھولوں چمک دمک والی ہینوں سے جو مسی تیار کی جاتی تھی وہ اسے بہت اچھی لگتی تھی وہ تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی جب وہ دامن بن کر سسرال میں اترے گی تو ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا۔“

”نی پٹک غراہو سیٹ میں وہ بہت اچھی لگ رہی

”اچھا“ اچھا اگر انجی جیسی لڑکی خود کو بدل سکتی ہے اسے گھر کو بچانے کے لیے شوہر کی مرضی کے مطابق بدل سکتی ہے تو پھر تم کیوں انکار کی ہو رہی ہو؟“

”کیا مطلب ہے آپ کا! انجی جیسی لڑکی! میری دوست کوئی ایسی دیکھی نہیں ہے۔“

”ہاں ہاں سر خطاب کے برنگے ہیں اس کی دوستی میں تم بھی کس کے ساتھ سر کھپا رہی ہو اور ہم! ساری دنیا میں خرابی ہو سکتی ہے مگر انجی میں نہیں پتہ نہیں کیا گھول کر لیا دیا ہے اور میری بات کان کھول کر سن لو۔ ایک شہر میں رہنے کا یہ مطلب بالکل نہیں کہ تم وقت بے وقت انجی کے گھر میں تھبی رہو یا اسے اپنے ہاں آنے کی دعوتیں دیتی رہو۔ اگر شہر یا اس کی والدہ نے مجھ سے اس سلسلے میں شکایت کی تو یاد رکھنا میں بالکل لحاظ نہیں کروں گی تمہارا کھل کر ان کا ساتھ دوں گی۔“

”آپ میں بھی نہیں تب بھی مجھے پتہ ہے ساری دنیا کی مائیں بیٹیوں کی سائیڈ لیتی ہیں اور آپ۔“ وہ سر جھٹک کر سو رہی تھی۔

”ارم! تمہیں اس کے ساتھ سر کھانے کی بالکل ضرورت نہیں بس چیز کے کپڑوں میں ایک بھی ریڈ ٹکڑ کا ڈواڑا نہیں بنے گا۔ ہاں بعد میں میاں کو راضی کر کے چاہے بیسیوں بتائی رہے۔“

انی بدایات جاری کر کے پھر کچن میں چلی گئیں۔ وہ چر بگٹی اپنے کمرے میں آگئی۔ ایک دو روز اس بات کا سوگ بنایا پھر عادت کے مطابق بھول گئی۔



اور جب شادی کی تاریخ رکھی گئی۔ سب سے پہلا فون انجی کو آیا۔ اس کا جواب سن کر سخت ایوسی ہوئی۔

”تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا! آج کل اس حالت میں ہو۔“

”پہلے کوئی سیریس بات نہیں تھی۔ یہ تو ابھی ڈاکٹر نے سفر سے منع کیا ہے۔“

”ہائے میرے اللہ! کیا کوئی خطرے کی بات ہے؟“



ہے۔ "تو سب نے کہا تھا مگر دل سے دیکھ غراوند یہ سن  
 سکتے کا دکھ کم نہیں ہو سکا تھا۔ یہ تو اسی کی وجہ سے میں  
 ضد نہیں کر سکتی مگر اب پوچھوں گی شہوار صاحب سے  
 وہ دل میں تیرہ کر کے لٹی تھی۔ مگر شہوار اتنی باری  
 نیچر اور اور اتنا اچھا ہو گا یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔  
 جی ہونے کے بعد ایک دو بار فلن ربات تو ہوئی تھی مگر  
 تب اس نے حل احوال پوچھا اور بس مگر یہ جو رو رہا تھا  
 اس نے منٹوں میں شخص کو اسیر کر لیا تھا۔

وہ دو موتیوں کا کام والا نیلا سوت پہنے پڑی سلطان  
 اور سپور بیٹھی چائے کے ٹھونٹ لے رہی تھی۔  
 "ہاں ہاں بھی تو گویا یہ اتنا کچھ تمہارے اعزاز میں ہی  
 سجایا ہے ورنہ میں تو ناشتے میں ایک گلاس دودھ  
 ملا کر اور فرانی ایک لینے کا ہادی ہوں۔"

"کیا آپ ایسا سراہو اپنا شاکر کرتے ہیں اور پلیز ڈب  
 مجھے مجبور نہ بھیجے گا کہ میں بھی ایسا ناشتا کر دوں۔"  
 "نہیں بھئی میں بیکر صاحب کو بھلا کس طرح مجبور  
 کر سکتا ہوں۔ تب کا ہوئی چاہے ناشتے میں۔ علم  
 کر رہی تھی کہ وہ ایک دن بازار سے ملو ہوئی تھی۔ وہ سب جان  
 جان چھوٹے تیسرے دن شہوار کی رہا تھا پوچھتے ہیں مگر  
 پشیمانی نہیں ان۔"

"بس بس رہے ہو۔ یہ تب شوہر حضرات صرف  
 باتیں ہی کرتے ہیں ورنہ اپنی مرضی کے بغیر ہوی کا  
 سانس بھی لیتا پسند نہیں کرتے۔"  
 "کوہ میرے خدا اس قدر خلل نہ ہی بل رکھی ہیں  
 دل میں کس قسم کے شوہر حضرات کو نہ کھتی رہی ہو اور  
 کمال میں بائیں دیوایا جن کی سانسوں کی آمد و رفت پر  
 بھی پابندی تھی۔"

"اب آپ اپنی مثال ہی لیجیے۔" تینگی نظروں  
 سے شہوار کو دیکھا وہ اچھل پڑا۔  
 میری مثال ایک رات کی دلہن اور یہ کیا کہ رہی  
 ہے۔

"مجھے کتنا شوق تھا۔ شادی کے روز دیکھ غراوند یہ سنوں  
 مگر آپ نے پابندی لگا دی۔"  
 "اور اس نے ہونٹ سکینے۔"

"بہت زور دیا میں نے تمہاری اور بھالی نہیں مانیں۔  
 کہنے لگیں۔ جب شہوار کو یہ کل پند نہیں تو پھر تم  
 کیوں پتو کی یعنی کہ یہی مطلب ہو انہی کہ اب میری  
 پسند نا پسند ختم ہو چکی ہے۔ جیسا آپ چاہیں گے ویسا ہی  
 ہو گا۔"

"اوہو بکرا مجھے بالکل علم نہیں تھا کہ رید تیر کا  
 فیورٹ کٹر ہے اصل میں جیمین میں چاہتوں کا۔ تب وہ  
 اسی کٹر کو پسندے عجیب سا سیک آپ کے دشمن سے بنا۔  
 تاک صورت حال میں دیکھا ہے۔ وہ صورتیں میرے  
 ذہن پر نقش ہو چکی ہیں نہیں چاہتا تھا کہ میری بیوی  
 بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی بن جائے۔ بار بار میں  
 اتنے خوب صورت مگر ہیں پھر یہ چھٹا چلا تا مگر یہ کیوں؟  
 اب کل تم نے ایک بننے اتنی خوب صورت لگ رہی  
 تھیں کہ نظرس ہٹا کر مشتاق تھا۔ ہر بندہ تمہیں سراہ رہا  
 تھا اور میں خود کو خوش نصیب تصور کر رہا تھا کہ تم میری  
 شریک حیات بنو گی نہیں۔" شہوار نے ہاتھ بولا  
 سرا کیا کہ وہ اپنا لگہ اور دکھ بھول ہی گئی۔

"مجھے لگتا ہے ابھی تک بچپنا بہت ہے تم میں۔"  
 جب وہ اس موضوع کو بھول کر اور کچھ دوسرے لینے کی  
 تیاری کر رہی تھی شہوار نے اپنے فیڈلٹ کا اظہار کیا۔

"ہاں تو انہی کے آنگن سے اٹھ کر اصراتی ہوں۔  
 لی اس کے پیروں سے کہ انہی کمر سیدھی کرنے کا ارادہ  
 ہی کیا تھا کہ رشتے طے ہو گیا۔ اپنے گھر کی سب سے  
 پھولی جی پہلے لاؤ انھیں کو اسی اور اپنی جیس پھر جانی  
 بھی آئیں تو میں کہاں سے سو رہی اور ابھی میری عمر  
 ہی کیا ہے۔"

"اچھا اس کا مطلب ہے وقت گزرنے کے ساتھ  
 ساتھ چلتی ہیں۔" وہ شرارت سے مسکرا کر بولا۔  
 "جیسا خدا انہی کو فون کر لیا۔"

"اچھی یہ کیا نام ہے اور پتہ بھی نہیں چل رہا۔  
 محترمہ ہیں کہ محترم۔"  
 "انہی نام ہے۔" انہی کا مذاق اسے ایک آنکھ نہیں  
 بھاتا تھا۔ سنجیدگی سے وضاحت کی۔

”چلو نامہ لکھو کہ معاملہ فور بھی گمبیر کر دیا ہے۔“

”لو وہ دوست ہے میری“ اسی شہر میں جا ہی ہوئی ہے۔“

”اچھا مکمل ہے اس شہر میں۔“ اس نے آنکھیں پٹیٹا کر حیرت کا اظہار کیا کہ اسے شوق کا ایک دم سے خفا ہو جانا غرور سے گیا تھا۔

اس نے شہر کے انداز کو دیکھا ضرور مگر اس وقت انھی یاد آوری تھی وہ سری کوئی بات کیے بغیر ہاتھ کھڑی ہوئی۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ آنے والی ملازمہ تھی اور شہر کی والدہ کا پیغام لائی تھی وہ ان دونوں کو بلارہی تھیں۔

”کچھ سہانے آئے ہیں جی۔ اصل میں اسی لیے بلایا ہے۔“ وہ وضاحت کر رہی تھی۔ شہر نے اس کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ لے کر چل پڑا۔

”ابھی تو فون“ وہ اس سوچ کر رہ گئی۔ پارکر جاتے ہوئے اس کی جھٹکی نے ہی ضروری سامان ساتھ رکھا اور اس میں اس کا سیل فون نہیں تھا۔

تیار ہو کر وہ صبح جال پہنچی۔ اس کے میکے سے ارم بھائی بھیا اور ہادی پچھ ہی در پہلے فیصل آباد سے سیدھے لوہری پہنچے تھے۔ اس کی ماں نے انہیں فریض ہونے کو کما تھا اور وہ سوچ رہی تھی۔ انھی کیوں نہیں آئی؟ اسے تو کب تک ضرور پہنچ جانا چاہیے تھی تو یہی تھی۔ چوں شب جو ہر ٹاؤن کے پہلے براہر میں ہے پھر اتنی دیر ابھی بھائی یا بھائی لوہر آئی ہیں تو کتنی ہوں انھی سے رابطہ کرنے کی کوشش کریں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ شہر اگر اس کے برابر میں پہنچ گیا۔

”نہیں جتا ہے تم کتنی خوب صورت لگ رہی ہو اور ساتھ ہی کسی گہری سوچ میں گم بیٹھا“ میرے بارے میں ہی سوچ رہی تھیں نا!“

”نہیں وہ انھی ابھی تک نہیں آئی۔“

”لو وہ آؤں ہیں۔“ محترمہ جو میرے حق پر ڈاکہ ڈال رہی ہیں۔ یاد رکھو کہ اب تمہاری سوچوں پر صرف ہمارا قبضہ ہونا چاہیے۔“

”مگر اس وقت مجھے انھی کی فکر ہو رہی ہے اس کی

طبیعت بھی اچھی نہیں ہے۔“ شہر کے کچھ گھنٹے سے پہلے سہانے پہنچ کی طرف آنے اور ان دونوں سے ملنے گئے۔ اس کی نگاہیں ساری تقریب میں انکی کوہر عدلی رہیں مگر وہ نہیں آئی اور اسے اب کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ خدا خیر کرے۔ اس کے ساتھ کبھی کوئی مسئلہ تو نہیں ہو گیا۔ صبح جال سے گھر آتے اسے رات کے دوپٹے گئے۔

”مجھے دے دیں سے رخصت ہوئے شہر سے یہ وعدہ لے کر کہ وہ دونوں کل فیصل آباد آئیں گے۔“

”صبح پہلے میں انھی کی طرف جاؤں گی۔ اس نے اپنا ایڈریس تو لکھو لیا تھا اگر ایڈریس راجہ لوہر بھی ہو گیا ہے تو فون کر کے دوبارہ پوچھ لوں گی۔“

وہ بہار کوہ کر کے لیٹی تھی مگر ابھی صبح کے سات سی بجے تھے کہ اس کی ماں نے دروازہ بجا کر دیا۔

”بیٹا! تمہاری امی طبیعت ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے کل لاہور نہیں آئیں گی۔ ان کی وجہ سے تمہارے

ایا کو بھی فیصل آباد رکنا پڑا۔ وہ فکرتوں میں گئے۔ آپ دونوں جلدی سے شہر کے ٹکڑے کی تیار کر دیں۔“

اور اسے ہر لمحہ غم سے دوچار کیا سوچنے کی بجائے انہیں آنی اور میں نے اس کے نہ آنے کا تو فیصلہ نہیں کیا۔ وہ سیل تلاش کرنے لگی۔ مجھے کم از کم اسے فون تو کر لینا چاہیے۔ سیل بند نہیں کدھر تھا اس نے بی بی سی ایل کو استعمال میں لاتے ہوئے سوچا مگر سیل ہوتی رہی۔ کسی نے اٹھایا نہیں ابھی شاید وہ سو رہے ہوں گے۔ پاپس ہو کر ریسیور کرینیل پر ڈال دیا۔



فیصل آباد وہ ایک دن ہی ٹھہرے کہ شہر کے بھائی اور بھائی کو واپس سعودیہ جانا تھا۔ شہر نے اب اسے وعدہ کیا کہ ہم جلد ہی دوبارہ آئیں گے اور پھر بہت سے دن رہیں گے۔

”میں اتنے دیر صبر سے کپڑے لے کر تلی تھی۔ آپ نے پہلے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ ہمیں ایک ہی روز چھوڑ کر واپس آ جاتا ہے۔“



”تم نے اس بارے میں مجھ سے کچھ پوچھا ہی تھا۔“

”مگر تانا تو اب کا فرض تھا ویسے بھی یہ پروگرام آپ نے اور آپ کی ہی سنے بنایا تھا مجھے تو بس یہی کہا گیا تھا کہ وہ جانا اور میں تیار ہو گئی۔ اتنے شوق سے میں یہ سارے کپڑے کر آئی تھی۔“

”یہ سب وہاں بھی تو پتا جاسکتا ہے۔“ اب کہ شہیار خاصا سنجیدہ ہو رہا تھا۔

”وہاں بہن کر کے دکھاؤں گی۔ یہاں تو میری اتنی ساری سہیلیاں ہیں۔ بانی بھی ابھی یہیں موجود ہیں بھابی اور امی ہیں۔“

شہیار نے کمری سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا اور کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ پھر بانی کا ہوا ایک گھنٹہ وہ یہاں ٹھہرے خاموش ہی رہا اور راستے میں بھی اس نے کوئی بات نہیں کی۔ شوق بہت تھکی ہوئی تھی۔ اس کی خاموشی کو محسوس نہیں کیا کچھ ہی دیر بعد سیٹ کی بیک سے سر نکا کر سکی۔ آنکھ جب ہی کھلی جب وہ گھر کے پورچ میں گاڑی لانے کے بعد اس کا شانہ ہلا رہا تھا۔

”اوفو! اتنی جلدی لاہور آگئی گی۔“

”جی! اب بانی کی تیند ستر یوری کر بیٹھی۔“

وہ دروازہ کھولے منظر تھا اسے اترتا ہوا اسی طرح خیمہ میں جمو متی جھامتی اپنے کمرے تک تلی اور شہیار کی آمد سے پہلے ہی ستر گر کر پھر سولے کی تیاری کرنے لگی۔ وہ بیک لے کر اندر آیا اسے بند پر دراز پار ٹھیک۔

”شفق! امی اپنے کمرے میں ہماری منتظر ہیں۔“

انہیں سلام تو کر لو۔

”کوہ! اسے جھکا لگا۔“

”ہائے وہ کونو رہنے کا زمانہ اپنی مرضی کے دن نور

راتیں۔“ ہیرے برے سوڈ کے ساتھ وہ اٹھ بیٹھی۔

اسی داخلی فکھر تھیں اور ظاہر ہے سلام کر کے

فورا ”تو اپنے کمرے کو روانہ نہیں ہوا جاسکتا تھا“ انہیں

وہاں کچھ دیر چھٹا بھی تھا۔

صبح ناشتے کے بعد اس نے ایک بار پھر انہی سے رابطہ کیا تھا اور اس کا یہ کہنا میں اس وقت فیصل آباد میں ہوں اس کے لیے کسی گے سے کم نہیں تھا۔

”کب کہیں تم فیصل آباد؟“

”میں تو رات ہی وہاں سے آ رہی ہوں اور آج صبح

پانچ بجے پہنچی ہوں۔“

”مگر کیوں“ انہی ابھی نے ولیم کے روز بھی تمہارا

اتر اٹھا کر کیا پھر بعد میں بھی تمہیں فون کرتی رہی۔

تمہارا کوئی جواب مجھے موصول نہیں ہوا۔ آخر بات کیا

ہے؟“

”کیا بتاؤں شفق! بہت پریشان ہوں ڈاکٹر نے

سینئرین کا کہا ہے۔ امی کو یہ چاہتا تو فیصل آباد لے آئیں

کہ لاہور میں پھر میری دیکھ بھال کون کرتا۔ بس دعا کرتا

میرے لیے۔“

”اللہ تمہیں صحت دے انہی! میرے جی کی

خوشیوں بھی تمہیں مل جائیں۔“

اس نے پورے جلو سے ان کا اخبار اخبار پڑھنے

شہیار نے اس دعا پر سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر سر جھک

کر دیا بار اخبار دیکھنے لگا۔

”تم لاہور لاہور ہی میں رہتیں میں جو آئی ہوں۔“

میں تمہاری خدمت کرتی۔“

”ارے نہیں شہیار بھلا کیوں منع کرتے وہ ایسے

تھک چکی نہیں ہیں۔“

”بالکل میں! اب دو تین روز میں ہی ان کو جان گئی

ہوں۔“ شہیار کو بھی آگئی جسے چھپانے کو اخبار چھپے

کے آگے کر لیا۔

انہی یہ نہیں کیا کیا بتاتی رہی فکر مندی سے اس

کے چہرے کے زانو پر ہتے اور گڑے رہے۔

”بس کرو اب فوراً تمہارا چہرہ بالکل ہی بگڑ جائے

گھ۔“ اس نے احساس دلایا تو وہ گھور کر رہ گئی۔

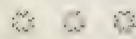
”امی فیصل آباد صلی گئی ہے۔“ رابطہ منقطع کر کے

اس نے اپنی جانب سے بری اہم اطلاع دی تھی۔

”کوئی بات نہیں۔ فیصل آباد کوئی یورپ میں  
تھوڑی سی ہے۔ جب تسمارا جی چاہے گا جا کر مل لے گا۔“  
”پتہ نہیں کیا لکھا ہے ہماری قسمت میں۔ میں  
فیصل آباد بھی ٹو دو دن ہو میں لاہور آئی ہوں تو وہ اور ہر“

”اب اگر آپ منسوب سمجھیں تو کہیں تو تنگ کا  
پرہیز کرنا پڑا جائے۔“

”پلیز اس وقت سی نہیں چاہ رہا“ مگر تب ہی بات  
شعبانہ کی والدہ نے بھی ان دونوں سے کہی تو اسے تیار  
ہو بیٹا۔



ابھی مہمان چلے پھر شعبانہ کی والدہ کی سعودیہ روانگی  
جب وہ ابھی سے سی تب اس کی شادی کو پورے دو ماہ ہو  
چکے تھے اور ابھی کا دو سہرا چھ بھی دو ہی ماہ کا ہو رہا تھا۔  
شعبانہ نے اس سے بھی گریبا کے لیے خوب شاپنگ کی تھی۔

ابھی کے ہاں جاسنے کے لیے وہاں سے بھی بہت سی  
تھی اور خوشی اس کے لیے کہ وہاں سے چھٹک رہی تھی۔  
”بہت بچکانہ ہے تم میں۔“ یہ بات اکثر شہزادہ کرتا تھا  
اور قہر بھی کہہ رہا تھا۔

”اس میں بچکنے والی کیا بات ہے؟“ اس نے شانے  
اچکا کے۔

”تو اور کیا بات ہے، یعنی۔ کبھی تم میرے لیے تو اس  
طرح تیار نہیں ہو تیں۔“

”آپ کا اور میرا ساتھ دو ماہ کا ہے، جبکہ ابھی کی اور  
میری دوستی بہت پرانی ہے۔“

”یعنی جب میرا اور تسمارا ساتھ بھی اتنی ہی پرانا ہو  
جائے گا تب تم میرے لیے بھی یونہی تیار ہو آؤ گی۔“

”یہ تو اس وقت کے تعلقات پر منحصر ہو گا۔“ وہ  
ہنس۔

”وہیے تب کتنا عجیب سا لگے گا نا جو ان بچوں کی  
لگاں اور ایسی تیار ہو۔“ اس نے قہقہہ لگایا۔ وہ جھینپ  
کرتے ہوئے۔ سر جھٹک کر بھرے پہننے لگی۔

”وہیے بار! مجھے میک آپ میں اتنی بات شہزادہ  
شرح رکھوں میں لڑکی خواتین کچھ زیادہ اچھی نہیں  
لگتیں اور تمہیں تو ان چیزوں کی حاجت بھی نہیں۔“  
سادہ سی بات ساری لگتی ہو۔

”مگر مجھے میک آپ کرنا کھنے کھلے شہزادہ رنگ پڑنا  
بہت مست اچھا لگتا ہے۔“

”لوہ خدا یا! شفق تم از کم گوئید کا یہ اتنا بھاری سیٹ  
پس کرنا مست جاؤ۔“

”تو کیا میں نے یہ لا کر میں رکھنے کے لیے ہوائے  
ہیں یہ سینے کے لیے ہی ہوتے ہیں جہت۔“

وہ بس تھکری سانس لے کر وہ گیا کہ جانتا تھا۔ یہ وہ  
محادثات ہیں جن میں شفق اس کی بالکل نہیں چلنے  
دست کی۔

ابھی کی رہائش ان کے گھر سے دور نہیں تھی  
ایڈریس بھی مشکل نہیں تھا جب وہ دونوں اس کے  
ہاں پہنچے۔ وہ چھوٹی بچی کو سنانے کے بعد اب بہت

واسے بیٹے کو تیار کر کے فارغ ہوئی تھی۔ اس بات  
سہولت سہولت، بڑی بڑی، کھلی آنکھوں والی ابھی جس کے

سادہ رنگ دار بال بہت حد لیے تھے۔ وہ پلٹتے ہوئے  
مکے سائی تھی۔ بالوں کو ڈھیلی سی چوٹی کی صورت دے

کر کر رہا تھا۔ وہ انہوں پر اب اسٹک شاید آنکھوں  
میں کاجل ڈالا تھا یا اس کی آنکھیں ویسے ہی اتنی تھیں

تھیں اس نے لہلہ کرین سوٹ پہن رکھا تھا جس پر  
ہم رنگ سوئوں اور دھانگے کا انتہائی نفیس کلام تھا۔

گلے میں ہلکا سا گونڈا کارڈنٹ کلاں میں خوب صورت  
ڈیزائن کے چھوٹے چھوٹے ٹاپس یا کمر باندھ کی تیسری

انگلی میں ایک انگوٹھی اور بازو میں نازک سی چار  
چوڑیاں۔

وہ تو ابھی ابھی کی گردن سے اس سے ملے بغیر ہی آتا  
گیا تھا مگر اسے، کچھ کر خوش گوار حیرت کا احساس ہوا وہ

بالکل یہ توقع نہیں رکھتا تھا۔ شفق جیسی کچھ کچھ۔  
یہ قوف اور جذباتی سی لڑکی کی دوست اس سے بالکل ہی

مختلف اور اتنی پروقار شخصیت کی مالک ہو گی۔ شفق  
جائے ہی خوشی سے چیخ کر اس کے گلے لگ گئی تھی۔



اس نے مسکرا کر شفق کے گل پر بوسہ دیا اور شاہ کی مبارکباد دی تھی۔  
 ”ہائے اچھی! تم کتنی کمزور ہو رہی ہو سچی مجھے لگتا ہے کسی نے بھی تمہاری ٹھیک طرح سے تیرے نہیں کی تم خواتین ہی اور حیل میں یہاں میں جو تھی تمہاری دن رات خدمت کرتی۔“

شفق بولتی رہی اس کے سینے کو گود میں بٹھا کر بار بار اس کا منہ چومتی رہی جبکہ اچھی شاید شہسوار کی وجہ سے جھجک رہی تھی۔  
 ”تمہارے وہ سزل میاں دکھائی نہیں دے رہے؟“

شفق نے آگے کو جھک کر کچھ دھتے لٹچے میں پوچھا۔  
 ”شہسوار کو اس کا پس کتنا اچھا نہیں لگا مگر فی الحال وہ تو کرا نہیں چاہتا تھا۔“

”تمہیں پتہ ہے۔۔۔ پرنس مین ہیں اور پرنس مین کو اپنے پرنس کے آگے کچھ بھی عزیز نہیں ہو سکتا۔ شہسوار باہر گئے ہوئے ہیں۔“

”اوہ تم نے بتایا نہیں۔ میں تمہاری عزیز ترین سہیلی شادی کے بعد پہلی بار اپنے میاں کے ساتھ آ رہی ہوں۔“

”بتایا تھا مگر میں ان پر دباؤ تو نہیں ڈال سکتی نا!“  
 اس نے رسوا سے کہا۔

”وہ کیوں نہیں ڈال سکتیں اب تم میرے گھر آ رہی ہو اور یہ میرے صاحب آفس جانے کا موافق ہے جیسے ہوں میں تو قیامت اٹھا دوں بھی نہ جانے دوں کیوں شہسوار؟“

”وہ رائے بھی لی تو کس بات پر؟“ شہسوار نے اچھی کی طرف دیکھا اس نے بھی نگاہ اٹھائی۔ دونوں ہی مسکرا دیے۔  
 ”شفق کے پیچھے یہ اس کی سادگی پر۔“

”اچھی گریزا تو دکھاؤ۔ میں تو اس کے لیے اچھی ساری شاپنگ کر کے آئی ہوں گی جب یہ چلا کر تمہارے پاس بھی ہوئی ہے اچھی تو میں بتا نہیں سکتی مجھے کتنی خوشی ہوئی یہ بتاؤ گی ہے کس پر تم جیسی ہے یا۔۔۔“  
 ”تمہارے سزے ہوئے میاں جیسی۔“

اچھی نے پھر شہسوار کی جانب دیکھا اور اسے متوجہ کر دیا۔  
 ”جو تمہیں اس کے پاس لے چلتی ہوں۔ سو رہی ہے نا اچھی۔“ اس نے دھڑکے سے کہا اور شفق کا ہاتھ پکڑ لیا۔

”تمہو نا یہ سب تو انہوں نے آخری کے لیے ہی لائی ہوں۔“ ہاتھ پکڑ کر وہ کھینچنے لگی۔  
 ”وہ انکے روم سے دونوں بیڈ روم میں آئیں۔ لگتا تھا اچھی کی کام دلی مای نہیں آئی تھی۔ وہ انکے آ تو صاف تھا مگر کمرے کی حالت بہتر ہو رہی تھی۔“

خیر اس نے توجہ نہیں دی جا کر کچھ کے کمرے پر جھک گئی۔ ”آرام سے اسے چگانہ رہنا۔ چاہتی ہے تو بہت شور مچاتی ہے اور مجھے یہ بتانا کیسا ہے؟ تمہارا میاں دیکھنے میں تو بہت اچھا لگ رہا ہے تم نے بتایا تھا اسے سنجیدہ مزاج ڈے دار خاموش طرح لو کہیں اچھی گنتی ہیں حالانکہ اس کے اپنے مزاج میں تو مجھے اظہر والی شہید کی محسوس نہیں ہوتی۔“

”شکر ہے خدا کا اظہر جلتی سے بالکل مختلف مزاج ہے۔ اب میں تمہیں کوچہ دے رہی ہوں۔ اچھی شو بہت زیادہ دل ہوا کرتی تھیں اور اب یہی سنجیدہ سی دکھائی دے رہی ہو وہ وہ زیادہ لباس کا طرز میک اپ اب مجھے دکھو تو شہسوار کو یہ سب پسند نہیں کرتے کچھ بھی نہیں کرتے۔ دیکھو تو کتنی تمہاری سے آئی ہوں۔ میں نے اپنے شاٹنگ پنک گھر کے سوٹ پر ہاتھ جھیمتے ہوئے جس کر کہا۔

”تمہارا یہ سوٹ مجھے بہت اچھا لگا ہوا ہے یہ خریدنا ہے؟“

”ہاں اسلام آباد سے لائی تھیں۔ تمہیں پسند آیا۔ تمہارے لیے۔“

”ہاں میرے سسرال میں ایک شادی ہے اظہر کو تو تم جانتی ہو۔ کچھ کچھ جس جتنی قیمت تجاہد سوٹ لگ رہا ہے خریدنا تو دور کی بات تو قیمت من کر دی۔ یہ ہوش ہو جائیں گے پھر یہ کچھ بھی انہیں پسند نہیں آئے گا اس میں تم سے لے کر کچھ لوں گی پھر واپس کر

دل لگی۔“

”میرے عزیز اور بڑی میں ایک سے زیادہ کراہت جوڑے ہیں تم میری طرف آؤ گی تو سب دکھائیں گی بس پھر جو بھی پسند آئے لے لینا۔“

”چلو یہ کھٹک رہے گا اور یہ بتاؤ میاں کو زیادہ سرتو نہیں جی حالیا میری طرح۔“

”اگرے انجی! شہزادہ خود ہی اتنی سوسٹ نیچر کے مالک ہیں کبھی رعب و آل کربات کرتے ہی نہیں اور میری بہات سنا تو مجھے اپنا غرض سمجھتے ہیں۔“

”زیادہ خوش ہونے کی بات نہیں سب وقوف شادی کے شروع دنوں میں اتنی فیصد مولا سے ہی ہوا کرتے ہیں مگر سب گزرتا نہیں اپنا اصلی روپ دکھانا شروع کر دیتے ہیں۔“

”میرا نہیں خیال شہزادہ ایسے ہو سکتے ہیں۔“  
”ان میں باتیں ہو رہی تھیں کہ انجی کے کام والی ماسی آئی۔“

”رکھی! تم صفائی رہے دو ویسے بھی فرش تو صاف ہی ہیں۔ بس آج کچن کا کام سمیٹ دو۔“

”کھجک ہے لیکن یہ آپ کی مرضی ہے جتنا لیا اعتراض ہو سکتا تھا ویسے بھی کچن کا کام کرنے کی صورت میں اسے بھی کچھ نہ کچھ حصہ ملنے کی امید تھی۔“

”میں نے بازار سے حلیم، چکن کزانی اور بیانی منگوائی ہے۔ کھیر بھی لا کر قریب میں رکھ دی ہے۔ تم سدا اور رائنڈ ہالو۔ اس کے بعد مینی کو بھی دیکھ لیت۔ بہت تنگ کرتا ہے۔ ضد پر آتا ہے تو بھلا مشکل ہو جاتا ہے اسے یہاں قریبی دو کھان سے چاکلیٹس اور ٹافیوں کاوا دو۔ آرام سے بیٹھ جائے گا۔ میں اپنے مسلمانوں کو لٹینڈ کر لوں۔“ انجی نے بیزہ دم کی کھجری چیزوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ آکھینے میں اپنا جائزہ لیا۔ لپ اسٹنگ دوبارہ لگائی پھر مڑ کر رکھی سے بولی۔

”پہلے کو لڈو رکھ اور پھر جائے تو ڈرائنگ روم میں رکھ دو۔ نو باتوں میں مجھے خیال ہی نہیں رہا ہائے شفو! کیا سوچتا ہو گا تھرا ر امیاں۔“

وہ جلدی سے رکھی کو ایک بار پھر نڈایت کر کے ڈرائنگ روم کی جانب بڑھی اندر کا منظر کچھ زیادہ خوشگوار نہیں تھا۔ ان لوگوں کا لاپا فروٹ کمرے میں بکھرا ہوا تھا اور اس کا بیٹا موسیٰ اور سیب ہوا میں اچھال کر کھیل رہا تھا۔

”لوہ بیٹی! اس کی آواز بہت اونچی ہونے لگی تھی پھر شہزادہ کا بروقت خیال آئے پر وہاں۔“

”میں نے تو آپ کے صاحب زادے کو بہت صبح کیا ہے مگر یہ ماننا ہی نہیں۔“ شہزادہ اس کی سرگرمیوں کو یقیناً ”لوہ“ کے نہیں کر رہا تھا۔

اتنی دیر میں سیب ایک شوپیں پر لگا لوروں گر کر کتہوں میں تہہ پل ہو گیا۔ انجی نے بند ہو تلوں سے بچے کو بہت کچھ کہا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا ہوا چھینے لگی۔ بچے نے پوری آواز سے رونا اور چلانا شروع کر دیا۔ وہ بڑی طرح جانتھ پاؤں چلا رہا تھا اور انجی کے قابو سے باہر ہو رہا تھا خیر اس نے بھی بہت نہیں ہاری۔ اسے باہر لے جانے میں کامیاب ہو گئی۔

”کھانا کچھ زیادہ لطف نہیں تھا مگر انجی کی باتیں اور اس کی توجہ اس کی گولیوں اور گریسیں تھیں۔ وہ اتنی محبت سے ایک ایک دوش چیں کر رہی تھی اور پھر اس کی باتیں شہزادہ ہار یا زور تک جاتا تھا۔ آج کے دور میں شوہر کے رنگ میں رنگ جانے والی ماس کی آنکھ کے اشارے سے مزاج کا اندازہ لگنے والی عورتیں بھی نکمیں دل سے اصرار کیا تھا اور انجی نے وعدہ کیا تھا وہ ضرور آئے گی۔“

”شہزادی دوست سے مل کر مجھے بہت حیرت ہوئی ہے۔“

”تو اپنی پروہ کہہ کر شفق کو حیران کر رہا تھا۔“  
”کیوں حیرت کیاں ہوئی ہے۔ اتنی انجی تو ہے بے چاری چھوٹے بچوں کی وجہ سے زیادہ اہتمام نہیں کر سکتی مگر مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔ آج بے چاری کی کام والی بھی اتنی دیر سے تلی۔ پتہ نہیں اس نے یہ سب کس طرح کیا ہو گا۔“

”لوہو! میرا یہ مطلب تو وہی تھا۔ میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ وہ طبیعت میں عادات میں تم سے بالکل مختلف



ہے بہت ذمہ دار اور سمجھ دار محسوس ہوتی ہے مجھے۔

”ہائے بچ! مجھے تو پہلے ہی پتہ تھا۔ انچی سے مل کر آپ بھی اس کے گرویدہ ہو جائیں گے۔“

”پہلے سب چاری کو اچھا خاصا شرمندہ کر دیا میں تو کب سے اسے صبح کر رہا تھا شرمندہ من ہی نہیں رہا تھا۔“

”چھوڑیں سب تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ انچی تاراجی تھی۔ باپ کا بہت لڑا لڑا ہے۔ بہت سرخ حار کھاتا ہے۔ خود اسے کسی بات پر ٹوکنے میں نہ انچی کو زیادہ روک ٹوک کرنے دیتے ہیں۔“

”یہ تو بہت غلط ہے۔“ دونوں انچی کی باتیں کرتے ہی کھر تک آئے اور کھر آکر بھی کئی روز تک ان کے درمیان انچی کھڑا کر رہا۔

”تم بھی انچی کی طرح لاسٹ کھر پڑنا کہہ دو اور جوری بھی ویسی ہی خرید لو۔“ ایک روز شہیار نے کہا تو اسے انچی کی بات یاد آئی۔ شوہر کی ہر بات مان کر اسے سر پر نہ چڑھا لینا۔ جب یہ بات یاد آئی تو اس نے بحث لڑی میں سر ہلادیا اور بولی۔

”ہر کسی کی اپنی اپنی ہوتی ہے اور پھر یہ لاسٹ سے کھر یہ سارا سوچ یہ انچی کی اپنی پسند تھوڑی ہے۔ یہ تو اس کے میاں کی خند ہے۔“

”خند تو تم کہہ رہی ہو میں انچی نے تو اپنی لڑو لڑو اتنی زندگی کے سکھ کی خاطر اسے خوشی سے لہا لیا ہے۔“  
”ہوسنہ خوشی! اپنا دل مار کر بھی کبھی کسی کو خوشی ملی ہے۔“ اس نے لپ اسٹک ڈرننگ ٹیبل پر پٹائی شہیار خانہ نش ہو گیا۔



انہوں نے انچی کو اپنے ہاں انوائٹ کیا۔ ”کھانا ہم کسی اچھے ریستورانٹ میں جا کر کھائیں گے۔“ شہیار نے رائے دی۔

”لوہج کیا بات ہوئی کھر بلا میں پھر یہاں سے کھانا کھانے کسی دو سری جگہ لے جائیں۔ میں خود سب

کچھ کھر میں بنائوں گی۔“  
”چلو کھانک ہے پھر مجھے لاسٹ بنا کر دے دو۔ ابھی جا کر سب لے آنا ہوں۔“

”آپ اکیسے کیوں میں بھی آپ کے ساتھ چلی ہوں۔“

”تم جا کر کیا کرو گی اتنے سیر پانوں کے بعد بھی تمہارا جی نہیں بھرا۔“

”میں مجھے اچھا لگتا ہے بس میں کسی اچھے سے اسٹور سے خوب سب خریدوں گی۔“

”اچھا بلا! اپنی چلو لیکن اب کوئی کام والا سوٹ پہن کر شوخ سی لپ اسٹک مت لگایا۔“

”تو ہے۔“ آپ کو کبھی ہاں ہر بات پر اعتراض کی عادت ہوئی جا رہی ہے۔ اب میری بیٹی کی شادی ہے کیڑے تو میرے پاس ایسے ہی ہوں گے نا اچھے پکے کام والے کچھ بھاری کام والے۔“

”پھر تم لے لو۔“  
”کھانک ہے۔ میں کسی روز انچی کے ساتھ جا کر شاپنگ کروں گی۔“ اس بات پر شہیار نے انہیں سے سر ہلادیا کہ یقیناً انچی اس کی بہت بڑھ چکی ہوگی۔

کتی تھک۔  
”میں کھنے میں سادہ خرید کر باہر سے کھانا کھا کر دو دنوں کھر آئے تو شہیار سونے کے لیے اپنے کمرے میں چلا گیا جبکہ وہ سیل لے کر لاؤنج میں بیٹھ گئی اور انچی سے باتیں کرنے لگی۔ اپنے نور شہیار کے درمیان کیڑوں پر ہونے والی باتیں بھی بتائیں اور یہ بھی کہ اب وہ انچی کے ساتھ بازار جا کر کچھ سادہ سے کیڑے خریدنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

”تم نے خواہو تو کھر سب اسی طرح کر لیا میں باہری کھانا کھا لیتے اب تم تو کالے میں ہی گئی رہو گی۔“

”تم بھی میرے پاس کچن میں ہی آجنا اور یہ دونوں میاں صاحبان اور بچے لاؤنج میں بیٹھیں گے۔“

”ہاں مگر تم پہلے تھو سے پوچھ تو لیتیں۔“

”اچھا چلو اب تو میں سب کچھ لے آئی ہوں۔“  
”کیا کیا لائی ہو؟“ انچی نے پوچھا۔

”اسلام علیکم بھائی!“ چہرے پر مسکراہٹ نہ تو اس کے لیے تکلفی تھی۔

”ارے احسان بھائی! کیسے ہیں آپ؟“ بڑے زلفوں کے بعد شکل دکھائی۔

”آئیے نا! باہری کپڑے ہیں۔ پلے اندر آجائیں۔“

”تو بھائی! آپ کو قہر ہے میری بیوی کا۔“ وہ کھنکھایا کر رہے اور انہی کے چہرے پر ایک دم سے ہمدردی کا تاثر نمودار ہونے لگا۔

”میں دراصل یہ پوچھنے آیا تھا۔ وائے ہوں گے۔ وہ توجہ تنگم نے جو کچھ بتایا ہے نا۔ طلق سے اترنا مشکل ہو رہا ہے۔“

”اور!“ انہی نے الفوس میں ہونٹ مسکڑے پھر بولی۔

”خوش نصیب ہیں روحانہ بھائی کہ شوہر کو پسند کا کھانا نہ ملا تو پریشانی سے اندھا لپٹے چلے گئے۔ سچی اگر میرے

میاں جیسے ہوں نا۔“ سر جھکا کر ایک بار پھر الفوس میں اوجھڑا اور بات اوجھڑی چھوڑ کر چٹن میں چلی گئی وہاں آئی تو اندھے ہاتھ میں تھے اور وہ کہہ رہی تھی۔

”کیسے نا احسان بھائی! میں آپ کو کھانا بنا رہی ہوں تو

”جی تو چاہتا ہے ہر بھی مگر میری تنگم! عجیب

یہ چارگی کا احساس دلا نا بعد تھا کسی نا پسندیدہ سستی کا راز اور مظلومیت کی انتہا۔

”طیجے کو بھار رہا۔ ویسے مجھے بہت ترس رہا ہے آپ پر۔“ آپ اس وقت بھی اکیسٹ لیس گئے۔ اتفاق سے کچ میں نے سامنے نہیں بٹایا ورنہ آپ کو ضرور

دیتی۔“ احسان منکھور سا چلا گیا یہ سوچتا ہوا اس قدر خوش

نصیب ہے اس عورت کا شوہر۔ یہ خیال نہیں آیا پوچھ ہی لے۔ شوہر گھر آنے والا ہو گا۔ انہی تک سامنے نہیں بٹایا اسے کیا خالی روٹی پیش کرے گی۔

شوق نے انہی کے لیے بھرپور تیاری کی تھی وہ

دلے احسان صاحب کھڑے تھے۔

”فشار! پتھر! ٹھٹھ! تو ڈر! راس۔“ وہ ایک ایک کر کے سب گونانے لگی۔

”اتنا کچھ تم کیسے پکاؤ گی؟“

”ارے انجی! میری جان! تم میری فکر نہ کرو۔ تم تو چار سال پہلے بیاہ کر چکی تھی نہیں۔ چھپس نہیں رہتے اس عرصے میں میں تو کھانا بنانے میں ماہر ہو چکی ہوں۔

میرے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔ تم کھاؤ گی تو واؤو کی ہاں بس ایک بات کا ذکر ہے۔ شریار کو ہولنگ کا بہت شوق ہے۔ وہ گھر کے کھانے کچھ خاص رغبت سے نہیں کھاتے حالانکہ میرے پکائے کھانوں کی ہر

کوئی تعریف کرتا ہے۔“

”اس روز میرے گھر کا کھانا تو انہیں اچھا لگا تھا نا؟“

انہی کو وہ سب جانتا تو چکی تھی پھر بھی وہ وہاں پوچھ رہی تھی۔

”ہاں ہاں تیرا مزاج سالا! انہیں پسند ہیں۔“

اور انہی نے سوچا اسے کہتے ہیں قسمت۔ مجھے گھر سے پھرے کا ہر کھانا کھانے کا کتنا شوق ہے مگر

میرے بھائی کے نزدیک گھر کی ہر سکن لا آئے پھر پھر کر باہر کے جنگلوں میں چلا لیٹا وقت اور پیسے دونوں کا ضیاع ہیں۔

”شادی کے شروع دنوں میں بھی کھانا ہر کھایا تھا اب تو ترس ہی گئی ہوں۔ اب موقع مل رہا تھا تو اس

شوق کی پکی نے مجھ سے پوچھتے بغیر فیصلہ کر کے غناج کر دیا۔ کچ ایک چکر پار کر لگا لیتا ہے۔ اسکن کچھ

رف ہو رہی ہے۔ نئے جوتے بھی پہنے چاہیں ساتھ بیچینگ بیگ اور نیکل پالش کلاسٹ مگر خوب صورت سا

گھر اور جاتے ہوئے پھولوں کا خوب صورت سا پکے لے جاؤں گی۔ ہاتھ دھو لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ یوں بھی ان کی شادی کو ابھی عرصہ ہی آتا ہوا ہے۔

”سب کچھ تو ہو گا۔ کیسے پاس۔“

انہی یہ سب سوچ ہی رہی تھی کہ ڈور بیل بجتے گئی۔

”واؤ! کون آگیا؟“ دروازہ کھولا تو برابر میں رہنے والے احسان صاحب کھڑے تھے۔



وہ پہلے سے ہی بچن میں مصروف ہو گئی تھی اور شہیار بھی پوری دلچسپی لے رہا تھا اور اس شام اس کی بلیو ساڑھی جس پر سلور ستاروں کا ہلکا سا کلمہ تھا سلور جوتی پہنے ہوئے تھیں۔ بچی کے ساتھ شوہر کے بغیر ہی علی آئی اور دونوں حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

”اعظم بھائی! نہیں تھے؟“ شفیق نے پوچھ ڈالا۔  
جواب میں بھئی اسی مسکراہٹ اس کے لبوں پر دوڑ گئی۔

”ہر شخص شہیار نہیں ہوا کرتا۔ میری جان! کہ تم نے کہیں چلنے کو کہا اور تیار ہو گیا۔ قدر کرنا سیکھو اس کی۔“

”اوہ! آج تو انہیں اتنا چاہیے تھا۔ تم اصرار کر رہیں۔“ شفیق نے اس کی بات نہ سمجھتے ہوئے کہا۔  
”تم کچھ سمجھنے کی کوشش کرو۔ ہر بات میں ضد کیوں شروع کر دیتی ہو۔ ہماری دوست آئیں۔ کیا یہ کافی نہیں ہے۔“ شہیار نے شفیق سے زیادہ اگلی کو تسلی دی تھی جو یوں اکیلے چلے آنے پر عجیبہ تھی (غائب)۔

”میرا! آپ تو کتنی تھیں۔ چاکلیٹ لے کر دوں گی۔ اس کے لیے کامیاب بنے گا۔“

”آئیے اندر چلیے۔“ شہیار کو خیال آیا۔ وہ ابھی تک گیٹ پر ہی کھڑے تھے۔ بچی بڑی بات ہے۔ عماران کو اندر بٹھانے کے بجائے ہمیں کون سے کھڑے سوال و جواب شروع کر دیے جائیں۔ یہ شفیق بھی بائیں پوری اصرار ہے۔

”عمار! چاکلیٹ! اس کا بیٹا اب پریشان ہے۔“

”تو نا، اتنی دلائی ہیں شہیں چاکلیٹ۔“ شفیق

نے بڑھ کر اس عام سی صورت والے سڑیل مڑل سے پوچھا۔  
”کوئی نہیں۔ بھریا اور لگا کر دیکھ لی۔ اس سے کچھ نہ ڈالے۔“

”بڑی دلی چاہیے۔“ اگلی فرمائش ہوئی۔

”وہ بھی سنے گی۔ چاہے مجھے بھی چاکلیٹ کا بڑا

شفیق سے اور یہ تمہارے اکل بالکل نہیں نکالتے۔

میں بھی تمہاری طرح ضد کر کے جیتی ہوں۔“ وہ بچے کو

گود میں اٹھا کر بچن کی جانب بڑھتے ہوئے تیار رہی تھی۔

”بچا نہیں کب سدھ رہے گی۔ یہ شفیق۔“ اس کی باتوں پر شرمندہ اگلی ہو رہی تھی۔

”تم کیے۔“ شہیار اسے لے کر ڈرائنگ روم کی

جانب بڑھا اور بولا۔ ”آپ بھی دوست کی صحبت سے

نہیں بدل سکتی تو اب کیا بدلے گی۔ پتہ ہے کبھی کبھی تو

میں اس کی جھکاؤ فرمائشوں پر حیران ہو جاتا ہوں۔“

”دراصل گھر میں جھوٹی ہے نا اور سبھی خوب ادا

پیار بھی کرتے تھے اور جہاں تک میرا شفیق ہے تو

جنتاب ہم تو ناسے کی ٹھوکروں میں بیل کر رہا ہوں۔ ہوسے

ہیں اور آج تک انہی دنوں کی امید پر ہی کی رہے ہیں۔“

”آپ اتنی باتیں کیوں ہیں اگلی! ان شاء اللہ آپ

بست اچھا وقت بھی دیکھیں گی۔“

”میں بائیں سر نہیں ہوں شہیار صاحب! اور اب اپنی

دوست کو خوش رکھنے کے لیے تو میں سب بھول ہی گئی ہوں۔“

”اگلی! اپنی کو کیوں نہیں لائیں۔ کس کے پاس

چھوڑ آئی ہو؟“ شفیق اس کے پیچھے دوڑ کر آگیا۔

چلی آئی تھی اور اس وقت بچے کے ہاتھ میں چاکلیٹ کا

پیکٹ تھا۔

”وہ ہماری ایک رشتہ کی خالہ آئی ہوئی ہیں۔ میں ہی

کے پاس چھوڑ آئی ہوں۔ یہ ایک شیطان کیا تم ہے،

تو یہ شہیار صاحب! کیا چاکلیٹ آپ کو صبح سے شام ہو

جاتی ہے۔ میرے گھر ختم ہونے میں نہیں آتے جس

میری خلاوت ہے ہر چیز کو ہر وقت درست جگہ پر رکھنا

چاہتی ہوں۔ جب تک گھر کا کونہ کونہ چمکانہ ہوں۔ بچن کی

ہر شے ٹھکانے پر نہ رکھ لوں۔ مجھے جین ہی نہیں

آتا۔“

اور شہیار کو یاد آیا آج صبح شفیق نے اس کی تین

شرٹیں برائیں کر کے اسٹینڈ پر ہی چھوڑ دی تھیں اور

اس کے ٹوکے پر کھڑا تھا۔

”اوہ! آپ ہر بات کو سر کیوں سوار کر لیتے ہیں۔

دو دنہ بوا آئی کرتے کے لیے رکھا تھا۔ پہلے یہ کام کر دیں

دو دنہ خراب ہو تو زیادہ نقصان ہو گا اور میں میں بھی گئی

”میری بات سنا!“ انہی نے بار سے بیٹے کو سمجھایا اور بچے پر اس کی بارگاہی اثر ہوا بچے کیٹ کرنا نکلیں چلانے اور چھیننے لگا۔

”اچھا اچھا میں ابھی اور لادیتی ہوں۔“ شفق نے اٹھ کر اس کی پیشانی پر ہاتھ دیا اور ایک بار پھر اسے لے کر باہر نکلیں اس کے ساتھ میں انہی کو بھی آنے کو کہا۔

”کیا مجھ بنالیا ہے؟“ انہی نے کچھ پہلے کہاں تم نے لڑا لڑا تو کھر رہے سب کو لے کا قہقہہ کر لیا۔ آرام سے کسی اچھے ریٹورنٹ میں کھانا کھا لیتے۔

”تمہارے لیے یہ سب کر کے مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے انہی نے دیکھو ذرا میں نے کیا کیا بنالیا ہے۔“

”شکریہ کر کے تم سے بہت شکریہ میں ہوں رازداری سے پوچھا۔

”میں بالکل بھی نہیں۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو شکایتیں تو نہیں کرنا چاہیے جس میں سنجیدہ مزاج ہونے کی آرزو بھی چلائے خود یہ خدشے خوش مزاج ہیں مگر چاہتے تھے جیکم کھانے قسم کی ہو۔ اسے شاپنگ کا

کرز نہ ہو۔ سچے سنور سے میں بھی اعتدال سے کھم لے دیکھو جبکہ مجھے گھومنا پھر تارت کو نہ تک جاگ کر باتیں کرنا دن میں دو بار لباس تبدیل کرنا ساتھ میں بیچ بیک بیو لری استعمال کرنا اچھا لگتا ہے کہ میں تو دن

ہیں میرے میں جانتی ہوں میری زندگی کے یہ دن لوٹ کر تو نہیں آئیں گے۔“

”بالکل ٹھیک کر رہی ہو تم یہ مروت ہر بات میں اپنی ہی چلا جاتا ہے۔“ انہی نے اسے سمجھایا پھر اٹھ کر جیکم کرنے لگی۔

پھر شفق کے بہت صبر کرنے کے باوجود نیپل انہی نے بیٹ کی۔ اس کے اصرار پر وہی۔

”تم میں میرا بیٹا نیپل لو۔ میرے لیے یہ بہت ہے۔“ چچی نے جو بچوں کے ساتھ لگتی ہوں تو شام ہو جاتی ہے۔“

”پھر پھر ٹھیک ہے اسے میں دیکھ لیتی ہوں بیٹو آئی کے ساتھ دوستی کر کے نا“ وہ بچے سے باتیں کرتے گئی۔

”انہی! تمہاری صحت بھی ٹھیک نہیں۔ تم پہلے چیدی طرح صحت یاب تو ہو جاؤ گھر کے کاموں کا کیا ہے۔“ تو چلتے ہی رہتے ہیں۔ ان خود کو بلکل مت کیا۔

”شفق نے ہمدردی سے کہا تھا۔“

”تمہیں نہیں بتاؤں لوگوں کے مزاج میں غماص ہو انہیں ہر چیز کو جیکم پر رکھے بغیر نہیں نہیں آتے میرا تو اپنا مزاج بھی ہے انہی جو تم ہونا۔“ اس نے شفق کی جانب انہی سے اشارہ کیا وہ نہیں پڑی اور بولی۔

”میں خود بھی کوئی پھیپھڑے عورت نہیں ہوں جناب مگر آپ کو جو کچھ بیٹھے بیٹھے حکم دیا ہو تاکہ اس لیے نہ کہہ سکتے ہیں۔“

”اب کل ہی کی لے لو۔ رات کو مجھے اخبار میں ایک ادارہ دیکھنا تھا اور وہ اخبار جو اسی روز کا تھا پھیپھڑے سے بھی نہیں ملا۔“

”میں نے کہا تو تھا وہ ملازمہ کا بیٹا ملازمت کی تلاش میں ہے۔“ انہی نے اس کے لیے اخبار لے جانی ہے شام بھی ہے۔“

”میں نے کہا تو تھا وہ ملازمہ کا بیٹا ملازمت کی تلاش میں ہے۔“ انہی نے اس کے لیے اخبار لے جانی ہے شام بھی ہے۔“

”میں نے کہا تو تھا وہ ملازمہ کا بیٹا ملازمت کی تلاش میں ہے۔“ انہی نے اس کے لیے اخبار لے جانی ہے شام بھی ہے۔“

”میں نے کہا تو تھا وہ ملازمہ کا بیٹا ملازمت کی تلاش میں ہے۔“ انہی نے اس کے لیے اخبار لے جانی ہے شام بھی ہے۔“

”میں نے کہا تو تھا وہ ملازمہ کا بیٹا ملازمت کی تلاش میں ہے۔“ انہی نے اس کے لیے اخبار لے جانی ہے شام بھی ہے۔“

”میں نے کہا تو تھا وہ ملازمہ کا بیٹا ملازمت کی تلاش میں ہے۔“ انہی نے اس کے لیے اخبار لے جانی ہے شام بھی ہے۔“

”میں نے کہا تو تھا وہ ملازمہ کا بیٹا ملازمت کی تلاش میں ہے۔“ انہی نے اس کے لیے اخبار لے جانی ہے شام بھی ہے۔“



اسے ایکلے ٹیبل سیٹ کرتے دیکھ کر شہیار نے ہلپ کی کو شش کی گراس نے منع کر دیا۔  
”مجھے اس کی عادت نہیں اظہر بھی ایسے کسی کام کو کرتے جو نہیں ہیں اب آپ ہاتھ بٹا میں گے۔ مجھے بوجھ سا لگے گا۔“

اس نے ٹیبل سیٹ کر کے دونوں کو تازہ پھر دونوں کو کھانا بھی خود ہی پلیٹوں میں نکال کر دیا بلکہ شہیار کو کھانے کے دوران بھی بار بار پوچھتی رہی۔ مختلف دشنہ اس کی جانب پڑھائی رہی جب اس نے پانی کے گلاس کی جانب ہاتھ پڑھایا تو جھٹ پانی اتر پڑا۔

”یہ کتاب تو اور لیس نا۔ اچھا چاول نہیں تو یہ روٹی لے لیں۔“ وہ کتنی توجہ دے رہی تھی۔ شش نے بھی ایسا نہیں کیا تھا اس وقت بھی وہ بچے کو کھانا کھانے میں مصروف تھی۔ شہیار کی طرف تو خیر اس طرح کا دھیان اس نے بھی نہیں دیا تھا۔ آج تو اس کی اپنی پلیٹ بھی لٹھڑی ہو رہی تھی۔

شش اچھا کھانا پاتی تھی مگر شہیار کو آج کھانے پر جو بہت حزن آیا اس کی وجہ اس کا اچھا کھانا نہ تھا۔ اپنی کا توجہ سے سب کچھ پیش کرنا تھا۔

”بہت خوش نصیب ہے انجی کامیاں!“

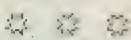
اور جب رات کے ساڑھے دس بجے دونوں اپنی گاڑی پر انجی اور اس کے بچے کو ڈراپ کرنے گئے تھے اظہر صاحب گھر آچکے تھے۔ بچی کو وہ کافینز ہٹا کر پلانے کے بعد اب وہ روز کے پلانے گئے وال چاول فرنج سے نکال کر گرم کرنے کے بعد کھانے بیٹھے تھے۔ ”اظہر بھائی! ہم نے تو آج دونوں کو انوائٹ کیا تھا پھر آپ کیوں نہیں گئے؟“ شش پوچھ رہی تھی جبکہ شہیار کو یہ سنا تو لاتدرے فریہ منجید سے چہرے والا سو بالکل اچھا نہیں لگا تھا انجی کے ساتھ تو بالکل سوٹ نہیں کرتا۔

”بس کچھ کام تھا اس لیے آ نہیں سکا۔ میری طرف سے بہت بہت معذرت ویسے بھی جہاں انجی چکی جائیں میری ضرورت باقی نہیں رہتی۔“ اکیلی ہی کل

ہوتی ہیں۔“  
پتہ نہیں یہ تعریف تھی یا کیا تھا شش نے تانہ میں سر پایا جبکہ انجی گھر آتے ہی بہت منجید ہو گئی تھی اور لب بچے کھڑی تھی۔ اس نے ان دونوں کو لاتدرے کو بھی نہیں کہا۔ یہاں تک کہ شش نے جانے کی اجازت چاہی ہے کہ انجی کی گود میں دیا کہ وہ گاڑی میں ہی سو گیا تھا اور وہ حافظہ کہہ کر گاڑی میں آ بیٹھی۔

”مجھپ سا ہے انجی کا شہرہ“ شہیار نے تبصرہ کیا۔  
”ہے ناں میں تو خود ہی کتنی ہوں وہ انجی کے قتل ہی نہیں۔ بس انجی کے گھر والوں نے ایک پوچھ کی طرح اسے سر سے اتر پھینکا کہ اوپر تلے یہ پانچ بھینس ہیں بھائی کوئی ہے نہیں۔ جو رشتہ آیا ہاں کر دی۔ یہ نہیں دیکھا انجی کتنی لوہی سوچ رکھنے والی تھی خوب صورت اور منفرد سی لڑکی ہے اور یہ اظہر مجھے تو شہیار کے روز بھی اچھا نہیں لگا تھا انجی کی قسمت کی خرابی پر میں تو بہت روٹی کھی گرا انجی میں بہت صبر ہے اپنے دل کو کسی سے نہیں کہتی تو میرے بیکے میں تو سب ہی سمجھتے ہیں کہ انجی بہت خوش قسمت ہے۔“

بات ہو انجی کی شش کنوئل پل انجی تھی اور یہاں تو سننے والا بھی پوری طرح متوجہ اور اس سے متعلق تھا۔



اگلے روز دن کے گیارہ بجے کے قریب جب شش چھوٹے موٹے سب کام ختم کر دیا تو وہ پلٹ کر اپنے خیال سے اٹھی تھی کہ انجی کافون آیا وہ کہہ رہی تھی ابھی ابھی سو کر اٹھی ہوں اور پہلا کام ہی کر رہی ہوں۔

”ارے اتنی لیٹ میکرانج رہے ہیں۔“  
”ہاں بس وہ اصل میں سب کچھ لیٹ اٹھتے ہیں تو میں سو جاتی ہوں پکی وقت ہے پھر تو سارا دن کمر سیدھی کرنے کا بھی موقع نہیں ملتا نہ تھو میاں کی گھر ہیں با چلے گئے۔ لوہہ تو آج آٹھ بجے ہی ٹکل کھڑے ہوئے ہیں۔“

”اچھا یہ بتاؤ ناشائستہ کی بنا کر دیتی ہو گی۔“

”سنگ۔“

”خاطر ہے انہی! میں تو صبح چھ بجے ستر چھ رو دیتی ہوں۔“

”ہاں ہاں یہ سب تو کرنا پڑتا ہے یہ بتاؤ۔ کل میرے جانے کے بعد کیا باتیں ہوئیں۔“

”انہی کے رخسارے سہجے اور چمکے۔“

”میرا ذکر بھی ہوا کہ نہیں۔“ اس کے انداز میں ہانکا جس تھا۔

”اسے تو ایک بار قریب ہی تو رہتی ہے ابھی کل بھی اتنی تھی۔“ اسے ایک شادی میں جانا تھا۔ میرے

”کچھ خاص نہیں ہم لوگ اصل میں تھکے ہوئے تھے تو جلدی ہو گئے۔“

”تمہارے مگر کیوں اس کے پاس کمی ہے کیا اور تمہارے بالکل نئے والے تو لے نہیں گئی جو تم نے

”شہیار کو میری تمہاری دوستی پر اعتراض تو نہیں ہے؟“ انہی نے پھر بات نکالی۔

”ابھی پتہ بھی نہیں ہوں۔“

”وہ انہی باہر گیسٹ پر کوئی ہے۔ میں پھر بات کروں گی۔“

”پاؤں تو مگر کھر کیا ہو لو میری دوست ہے۔“

”شہیار کو بتا دے؟“ اس نے پوچھا۔

”ہو اس میں انہیں بتانے والی کیا بات ہے اور اگر

”کچھ دنوں کے بعد میکے جانے کا اتفاق ہوا شہیار کو تو

”جہاں میں شادی تھی۔“ اس کے آنے کی وہ ضمانتیں

”ایک دن رہنا تھا اسے چھوڑ کر اگلی صبح واپس آ جانا تھا

”وہ تو خود انہی کے۔“ پچھلے ارم کے ہاتھ سے چھوئے

”جگہ کے بجائے کھا بھی ہے اس پکن میں انہی۔“

”وہاں رہتی ہو وہ بھی تو مہر ہی رہتا ہے یا تمہیں ڈر ہے کہ

”اسے نہیں شفیق ایسا کوئی اتنا زیادہ نہیں ہے جی

”لب تو شہیار کی بھی بہت دوستی ہو گئی ہے۔ اصل

”تیرے بتاؤ کسی گزرتی ہے؟“ میرا خیال ہے شہیار تو

”میں متاثر تو وہ پہلی ملاقات میں ہی ہو گئے تھے۔ اب تو

”بہت اچھے مزاج کا ہے۔ تمہارا بہت خیال بھی رکھتا ہو

”اور اس کامیاب کیا۔ اس سے بھی شہیار کی دوستی

”میں بھائی اسارے مرادیک جیسے ہوتے ہیں بیوی

”وہ گھر ہوتا ہی کہاں ہے۔ آپ کو نہیں بتا بھائی! انہی

”یہ تو اس کی محبت ہوئی نا۔ تمہارے بغیر وہ نہیں



اٹھی تھی۔۔۔

میں گزارا کر رہی ہے۔ شہیار تو کہتے ہیں۔ اُن کے دور میں اٹھی جیسی وہی چراغ لے کر اٹھنے سے بھی نہیں مل سکتی۔

اٹھی جیسی چوٹی اور تھمارے بارے میں کیا کہتے ہیں شہیار ہمارے بہت سچیدہ کھئی دے رہی تھی۔

”میرے بارے میں“ وہ زور سے ہنسی کہتے ہیں بہت بچکانہ ہے تم ہی لایو اٹھی تو اور بچوں کی طرح خند بھی کرتی ہو۔“

”عزیز بھی تو کرتے ہوں گے۔“ ارم ہنسی وہ اس کا ہاتھ نہیں دے سکی۔

”جیسے ہمیں میرا کام دے کپڑے سینار ہنٹ کلر کی آپ اسٹاک استعمال کرنا بالکل پسند نہیں اور اٹھی شینڈل تو جیسے انہیں اگرتی ہے۔ کہتے ہیں اٹھی سے ہی سخی بیکھو۔“ تعین نہیں آئے۔ تم لوگ اٹھی پرانی دوست ہو تمہارے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

”اٹھی تو بیشہ شوخ فکر استعمال کرتی تھی جگہ ضرورت سے زیادہ مزے کپڑے پہنتی تھی۔“

”ہاں میں تو خود حیران ہوئی جب وہ ایک بدلے ہوئے روپ میں سامنے آئی۔“

”اس نے کپڑے پہلے تم سے پوچھا تھا کہ شہیار کو کیا چاہتا ہے اور کیا پسند نہیں؟“

”اس نے کیا پوچھا تھا۔ میں نے خود ہی سب کچھ بتایا تھا۔ آپ کو پتہ ہے اٹھی سے میں بھلا کچھ چھپا تھوڑی کہتی ہوں۔“

”وہ کھوٹتی ایس جانتی ہوں۔ تمہارے دل میں جو محبت اٹھی کے لیے ہے وہ میرے لیے نہیں ہے مگر تم میری دیکھو زادہ من بھی ہو اور نند بھی ہمیں تمہارے لیے بھی برا نہیں سوچ سکتی۔ تم سے ہوا بھی کون گی۔ غور سے اور ٹھنڈے دل سے سنتا۔ کچھ عورتوں کو تمہاں رہنے اور دو سڑوں پر چھانچانے کا شوق ہوا کرتا ہے۔ میں نے جن سے بہت سنا پہلے جب میں بچا کر

”کیا بات ہے آج کھانے میں کچھ دیر نہیں ہو رہی لگتا ہے کہ وہ لوگ نند بھلوج صرف بائیس دھاری چرہ بھیلنے لگا تھا اٹھی تھی۔“

”ہاں سب کچھ جڑ ہے۔“ بھائی جلدی جلدی بولیں اور اسے برتن ٹھیل پر رکھنے کو کہا۔

پھر مصروفیت میں یہ بات ٹھیل کر کے گا اس روز موقع نہیں ملا۔

اگلے روز کچھ مسلمان جے آئے۔ پھر شادی کا لشکر میں ارم وہ بات کرنا چاہتی تھیں موقع نہیں مل رہا تھا شہر بات دل سے نکلی نہیں تھی۔

جب وہ شہیار کے ساتھ واپسی کے لیے تیار تھی۔ جس ارم اٹھی کہہ سکی۔

”اٹھی کی طرف تم چلا کر۔ اپنے گھر کی جانب اور شہر کی جانب توجہ دو۔“

اور بھلا اٹھی سی بات کا اٹھی کی دیوانگی پر کیا اثر ہو سکتا تھا۔ جبکہ وہ بھی جانتی تھی ارم بھائی شہر سے ہی اٹھی کو ناپسند کرتی ہیں۔

لاہور پہنچتے ہی اس نے خود کو اپنی اٹھی کی اطلاع دی۔

”میری طرف تو باتیں ہنگامے میں آج وہ پر کو آجہاں کی کھانا بھی مل کر کھا کھیں گے۔“

”جی اٹھی میرے لیے اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہو سکتی ہے۔ آجہاں سے ہی باتیں کرتا ہوں۔“

”یہ شہیار کو تو اعتراض نہ ہو گا کہ اسے انہوں کے بعد پیٹھم آئی اور سبیل بھی آگئی ہے۔“

”ارے نہ کوئی گھر میں ٹھوڑی بیٹھتے ہیں۔ آفس کے لیے۔“

”آفس یعنی آج بھی آفس ہے انہیں تمہارے آفس کی کوئی خوشی نہیں ہے۔“

”خوشی تو ہے مگر جاب بھی تو ضروری ہے غل اٹھی۔“

”اس سبلی سے سن رہی ہوں اس کی تعریفیں۔ اب تو پور ہونے لگی ہوں۔“

”کمال ہے انجی تمہارا شو پر تمہاری تعریف کرتا ہے تو تمہیں اچھا نہیں لگتا؟“ سے حیرت ہوئی تھی۔

”جو ہر وقت تعریف ہی کرے پھر اس کی بات کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ تمہاری اسی ٹی ٹی شاہی ہوئی ہے۔ تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گی۔ بس تم ذرا ان میجر صاحب کی تو سنو، ہائے بس شافو اپنے مزہب کی باتوں کے چالیس کے قریب۔ یہی بھی اسلامت سی کہتے ہیں۔ پچھلے مگر حال میں وہاں وہاں کی پرانی لکھیں۔ انجی تمہاری تو وہ تھیں یہ تمہارا۔“

”اللہ بھائی بھی تو وہی ہوں گے انہوں نے میجر صاحب کی تم پر نگاہ کو ٹھوس نہیں کیا مگر تو اس معاملے میں بڑے حساس ہوتے ہیں۔ مرنے مارنے پر بھی اتر آتے ہیں؟“

”کیا شہسوار نے ایسا کچھ کیا؟“ اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے پوچھنے لگی۔

”ہاں جب ہم لوگ جلی سون کے لیے کھانا لگے تھے تا تو کئی پار میں میری وجہ سے من کا جھگڑا ہوتے ہوئے رہ گیا۔ اچھا تم شیخو میں تمہارے لیے چائے بنا دوں۔“

”صرف چائے نہیں بھلا لڑکی! تمہیں پتہ تو تھا۔ ہم لوگ دیر سے سو کر اٹھے ہیں چھوٹی کو تو فیڈ نہ دیا تو تھا۔“

”بیٹے کو تو بھوکا سی لے آئی تھی۔ اسی لیے تو اب بسکٹ کے لیے خد کر رہا تھا۔“

”ہائے انجی کیس طاقم میں ہو تم؟“ اس نے بچے کے گل پر ہنس دیا۔

”مجھے یہ تھا جی خد کی طرف جا رہا ہے۔ اس لیے ناشتہ کر رہا ہوں۔“

”ہاں میں انجی میں اچھا سا تیار کر دوں گی۔“

”پھر تمہارے میاں صاحب بھی ہوں گے۔“

”ہاں مجھی ظاہر ہے تو ہوں گے۔“

”تھک رہے ہو؟“

”ہاں ہم عورتیں یہ موبیس عیش اپنی مجبوروں کی داستان بنا کر بیک میل کرتے رہتے ہیں اچھا میں آ رہی ہوں۔ بس بچوں کو تیار کر لوں۔“

”اسے تو بس بچوں کو تیار کرنا تھا۔ شفق کو اسے دونوں سے بچھا کر میٹھا تھلا دے تو کئی تھی مگر صرف بھانہ پوچھا لگتی تھی۔ جتنی دستک بھی کرتا تھی۔ شہسوار کے بہت سے میلے کپڑے بھی رکھے تھے۔ اسٹری کے لیے بھی اس نے نکالے تھے۔ سب سے بڑھ چل میں چلن تھا۔ وہ بھلدی بھلدی سب سمیٹ رہی تھی۔ جب انکی آتی۔ لیکن سب کا تھا مگر وہ رک سے چلے میں تھی اسے نہانے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔“

”ہائے شافو! انتخاب کیا میں نے تمہیں۔“ وہ بیٹی کو گود میں لے بیٹھنے کی انکی تھامے اس کے سامنے تھی۔

”ذرا ٹیکسی والے کو قایم کر دو اور تمہارے کپڑے بھی واپس لے آئی ہوں ٹیکسی میں جگہ بیک ہے۔ اس میں رکھے ہیں۔ وہ بیک بھی اٹھا لانا۔“

”مما! بسکٹ چاہیں۔“ بچہ بھد کر رہا تھا وہ ٹیکسی والے کی جانب پکڑی۔

”اس سے فارغ ہو کر آئی۔ بچہ مسلسل شور کر رہا تھا۔ اس کے لیے بسکٹ نکالے۔ انجی کو تانے کے لیے سب سے پہلے اس کے لیے تھی۔ وہ انکی لڑکی کو ہاتھ لگا کر دیکھ رہی تھی۔

”کیا تھا اور وہ بھی بہت کچھ تانے کے لیے بے چین تھی۔ اس کے قصے شفق سے کہیں زیادہ سنسنی خیز تھے۔“

”بہت سے وہاں ایک میجر صاحب تو تھا پر عاشق ہی ہو گئے۔ بس جیہ عمر میں تو عمری میجر صاحب یہ جو عمر سے فارغ لے کر گئی تھی۔ میں بتا نہیں سکتی تھی پر کتنے اچھے لگے۔“

”سنی خواتین نے تو مجھ سے اس کو ٹیک کا نام پوچھا چاہا میں نے کہہ دیا۔ رہنے میں ضروری نہیں جو مجھ پر پڑا ہے وہ آپ پر بھی ہے۔ بس شافو! کیا کہو اس جواب پر کیسے منہ نکل آئے تھے ان کے پروانہ کیا۔“

”اللہ بھائی نے بھی تعریف کی؟“ اس نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

”جواب میں انجی نے منہ دیا اور بولی۔“



پاس وقت نہیں تھا۔

وہ کوئٹہ کا سلسلہ بنا چکی تھی مگر وہ بھی ٹیبل راکس۔  
چکن کڑاہی کے مسائل کی تیاری ابھی باقی تھی۔ شاہی  
کباب کا قیصر بھی ابھی ابھی چولے پر رکھا تھا۔ دو تین  
طرع کے سلاہ بھی بنانا تھے جسے میں تو چلا اٹھی ہو آئیں  
کریم لال ہے وہی چل جائے گی۔

اس کا خیال تھا سلاہ کے لیے وہ انجی سے کمر دے  
گی مگر اس کی بیٹی نے غم سے جاگ رہا تھا۔ وہ شہر کا کیا تو  
انجی کو سوائے اسے سنبھالنے کے کچھ بھی دے سکتی  
تھی۔

”یہ میرے دونوں بچے بھی نامچھ پر پڑے ہیں۔ غصے  
سے غریب جیتنے چلائے ہیں۔“ انجی کی کوکھ سے  
لگا کر جھپٹتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”نور اظہر بھائی کیا وہ غصے میں شور نہیں ڈالتے؟“

”ارے وہ پورا اٹھتا آؤںی ہے۔ بھال ہے جو کبھی

اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ چپ چاپ ہو کر سون

کھاتا چلا جائے گا اور بار بار میرے خیال میں شہر والوں کی

رائے کو زبواں اہمیت دیتا ہے۔“ انجی نے جواب دیا۔

مجھ سے فرما رہے تھے۔ آج سڑیاؤ کھانے کوئی چاہ رہا

ہے میں نے کہا۔ میں تو اپنی دوست کی جانب جارہی

ہوں بازار میں بہترے کھانے ملتے ہیں جو کھانے کوئی

چاہے کھالیا کریں۔“ بس شفوا! تمہیں تو یہ سب گھر میں

مجھ سے بڑی دہڑی ہمیں اور دونوں ہی کو گھٹا کی

شو قین۔ ایسے میں میرے لیے کدلی کھانسی رہ جاتی

تھی پھر میری اہی خود بھی کھانا پانے اور گھر لٹو کاموں

میں مصروف رہنے کو ترجیح دیتی تھیں مجھے تو بس بھونے

پھر بے کاشوق رہا ہے۔ خواہش تھی خیرن سا بھی تھی

ایساٹے گا اسے تو اپنے بڑے سے ہی فرصت نہیں

اور بڑے بھی کیسا بہ آدن گزارے لائق اور خواری ہر

وقت کی میں تو سمجھتی ہوں یہ کیم چھوڑ کر کوئی دوسرا

شہر کا روڈ اور نہیں تو اسپتال میں کی دکان ہی کھول دو

کہ بڑے بھی وہ اسی کا کرتے ہیں مگر فرماتے ہیں۔ یہ

سب لٹا آسکتا نہیں بھائو میں جاؤں۔ جہنم میں جھگڑا

مجھے کیا۔“ انجی شاید تصور میں شوہر کو سامنے پارہی تھی

شوہر سے کہا تھا آج کوشتے ہاؤس کی تو اب مجھے اچھا نہیں  
لگتا کہ وہ گھر آئیں اور میں کھوں کچھ بنایا ہی نہیں۔ پھر  
کبھی چل کر کھاؤں گے۔“

”میں تو سمان دہاں سیریاں تم اب تمہو بھی یہاں  
بھی کھڑکی چپ کر کے کھاؤں گی۔“

انجی کی باتوں کے دوران ہی اس نے وارڈ روپ  
سیٹ کی۔ شہر پر اپنی غصت پسندی کا حضور ابھی تو  
خوب بیٹھا تھا۔ مگر اتنے دن میں بھال ہے جو کچھ بھی  
کھانے پر رہا ہو۔

انجی کھسے سناتی رہی۔ وہ کمرہ سیٹ کرتی رہتی بیڈ

شیٹ تبدیل کر کے جب وہ لاؤنج میں آئی۔ انجی بھی

اوپر آئی۔ لاؤنج وہ انجی کی آمد سے پہلے سیٹ کر چکی

تھی مگر بیٹھے کلاس کے پاس وقت نہیں تھا۔ اسے ایک

بھروسہ رنج کی تیاری کرنا تھی۔ بہت کچھ تو بازار سے

منگوانے والا تھا۔ اس کے لیے انجی نے اپنی خدمات

پیش کر دیں۔

”بچوں کو تم دیکھو۔ میں بس یوں تھی اور یوں آئی۔“

انجی جھٹکھڑی بھی ہوئی۔ اس نے لسنٹ کھنڈی۔

واقعی انجی نے بڑے جھرتی دکھائی۔ ایک گھنٹے میں

لہری پھنڈی ڈالیں انجی۔

”اتنا کچھ؟“ وہ جھنجھکی اس نے یہ سب نہیں منگوا

تھا۔ شاید وہ اپنی شاہک بھی ساتھ ہی کر آئی ہے۔ یہی

سوچ کر اس نے سوال نہیں کیا۔

”لو بھی شفوا! میں نے تو تمام پیسے جو تم نے دیے

تھے خرچ کر ڈالے۔ یہ سوچ کر کہ روز روز تمہیں

پریشانی نہ اٹھانی پڑے۔“ اس نے سب سے پہلے دو

تین طرح کے ہسکٹس کے پیکٹ اور پھر چاکلیٹ

کے پیکٹ نکالے۔ پھر آئیں کمرہ پیک کی باری آئی۔

موسیٰ فروٹ اور آخر میں اس کی منظوم چند اشعار۔

بچے کو چاکلیٹ اور اس کی پسند پوچھ کر ہسکٹ پکڑائے

خود فروٹ لے کر بیڈ کی۔

”جو باقی تم بھی۔ بہت میٹھی ہے۔“ اس نے

موسیٰ کا منہ لپکتے ہوئے اسے بھی دعوت دی مگر اس کے

اسی لیے تیرا ہو رہی تھی۔  
 "اچھا تم اپنا سوز دست خراب کرو۔ یوں صل کر کے کر  
 تو اپنی صحت بڑھ کر لوگی۔ پلیر انجی! میری خاطر اور اپنے  
 ان منصوبہ میں جو ان کی خاطر آخر انہیں ہم کو ہی بھٹانے ہے۔  
 اپنی صحت اچھی نہیں ہوگی تو ان کی دیکھ بھال کیسے کرنا  
 گی۔"

"ہاں تم ٹھیک کہتی ہو۔"  
 انجی سوچتی تھی وہ اسے لٹانے کے لیے اندر چلی تھی  
 وہاں آکر فریج سے جوس کا پیکٹ نکالا اور گلاس میں  
 ڈال کر پینے لگی۔

"ہاں اچھے بھی دو۔" اس کا بیٹا بچن کے سامنے لاؤنج  
 میں ہی بیٹھا رہنے میگزین سے کھیل رہا تھا دوس دیکھ  
 کر فوراً اٹھ کر آیا۔

"اوہو ایک تو تم بھی ٹیاب کی طرح مجھے کھانا پیتا  
 نہیں دیکھ سکتے؟" اتنی کم زوری محسوس ہو رہی ہے۔ اس  
 لیے پینے بیٹھ گئی کسی نہیں جیتی۔ نرمی لوہو جاتو خوش  
 انجی نے گلاس اس کے قریب ڈال دیا۔

"انجی! انجی! ایسے کیسے بولتی ہو تم لوہو لے جاتا۔"  
 اس نے منہ دکھایا۔

"کیسے لے لوں۔ تم بھی کیا سوچو گی؟"  
 شفو نے آگے بڑھ کر فریج کھولا اور دو سرا گلاس بھر  
 کر اسے تھامنے کے بعد پھر کام میں مصروف ہو گئی۔  
 انجی جو اس پینے کے دوران بھی اسے اپنی زندگی کے  
 دکھوں کے بارے میں بتاتی رہی وہ سن سن کر افسردہ  
 ہوتی رہی۔

شہیار بھر آیا۔ اس کے سامنے بچن میں دو خواتین  
 موجود تھیں ایک اس کی بیوی جس کے ہاں ٹھہرے تھے  
 کچن کے کلبے اور بالوں میں ہاتھ رزم سلیر تھے اور  
 دوسری بہترین تراش فراش کا فلنگ والا اسٹائلس  
 سوٹ پہنے لائٹ میک اپ کیے ہوئے سامنے تھی اور  
 اس کے پیروں میں جوتی تھی۔ بہت اچھی تھی۔ اس کے  
 چہرے پر نرم مسکراہٹ تھی اور شہیار کی گاڑی کی تواز  
 سٹینڈی وہ سلاٹس کی تیاری میں بہت کچھ لپٹنے  
 آگے گئے پھر ہی ہاتھ میں لیے بیٹھی گاڑی چھیل رہی

تھی جبکہ شفق اس کی کافی سن سن کر افسردہ سے چہرے  
 کے ساتھ سامنے تھی۔  
 "کیسی ہیں آپ؟ کب آئیں؟" شہیار نے بہت  
 اخلاق سے پوچھا۔  
 "میں اچھی ہوں بس آج آپ لوگوں سے ملنے کو  
 جی چاہا تو پہلی اتنی حالانکہ جاتی تھی یہ کتنے دنوں کے بعد  
 میٹھے سے آئی ہے۔ آپ دونوں ایک دوسرے کے  
 ساتھ وقت گزارنا پسند کریں گے مگر پھر بھی بس رہا  
 نہیں گیا۔"

"کیسی بات کرتی ہیں آپ۔ یہ آپ کا بچا بگڑ رہا  
 اور ہمیں تو خوشی ہوتی ہے جب آپ ہمارے گھر آتی  
 ہیں۔"  
 "تو اور کیا مگر یہ مسلسل ایسی ہی باتیں کر کر کے مجھے  
 غصہ دلاتی ہے۔"  
 "غصے میں آگے والی بات نہیں ہے شفق! یہ تو  
 تمہارا رویہ ہے جو اس گھر سے ان کی اجنبیت کے  
 احساس کو ختم کر سکتا ہے۔" اس نے بیٹی سجدی کے  
 کہا اور شفق اثبات میں سر ہونے لگی۔  
 انجی کا بیٹا تو لاؤنج میں بی بی پر کچھ دیکھنے بلکہ پیش  
 سرچ کرنے میں مصروف تھا کمرے میں آیا تو اس کی  
 بیٹی بڑھ کر سو رہی تھی۔ فیڈر قریب ہی اونہ ہمارا تھا اور  
 دودھ پیل سے ٹپک کر ٹھیس چادر بھگو رہا تھا جیسے کے  
 پاس وہ پیر کا پیکٹ جبکہ پیڈ پر ہی اس کا ٹیک لود کھا  
 رکھا تھا سائیڈ ٹیبل پر بھی کچھ اشیاء دھری تھیں۔ اس  
 نے بے اختیار شفق کو آواز دے ڈالی۔  
 وہ اتنی تو لولا "یہ کیا پھسلوا رہے؟ تم یہ سب سمیٹ  
 کر ایک طرف رکھو۔ انجی تو صدمہ ہے تم اسے یہ  
 سب رکھنے کی جگہ دناؤ اور میز کی انجھ جاتے تو بیڈ ٹیٹ  
 چھین کر دنا۔ یہ دیکھو فیڈر سے دودھ ٹپک گیا ہے۔"  
 اگرچہ دودھ بہت معمولی مقدار میں گرا تھا مگر شہیار کی  
 فضا سے پسند طبعیت پر گراں گزر رہا تھا۔  
 "آپ تو معمولی سی بات کا بھٹلنا پاتے ہیں جیسا  
 چھوٹے بچے ہوتے ہیں وہاں یہ سب تو ہوا ہوا ہے۔"  
 وہ ابھی انجی انجی کی مظہریت کے قصے سن کر ہی تو



آ رہی تھی اسی لئے شہیار کا یہ سب کھانا اسے اٹھنے کی  
ذات پر تنقید لگا تھا اور چپ نہیں رو سکتی تھی۔

”میں نے ایسا کیا کہ وہ سبہ صرف بڑے شیٹ چھینچ  
کرنے کی درخواست ہی تو کی ہے نا“ ایک تو مسکھن  
دوسرا شفیق کا میلا کیا حلیہ تیرا تو اٹھو اس کا رستہ پھلا  
کہو لہذا جس پر وہ بحث اسے تو کتنا حق فہم والا لگا۔

”آپ کو اچھا ہی نہیں لگتا کہ میری دوست یہاں  
آئے۔ وہ بے چاری تو پہلے ہی اسے نہ رکھی ہے۔“ شفیق  
کی آنکھوں میں آنسو آئے۔

”فضول کے انداز سے مت لگایا کرو وہ بہت نہیں  
ٹوکی ہے۔ ایسے لوگوں کو میں ذاتی طور پر بھی پسند کرتا  
ہوں“ شہید یہ بات مت کرنا کہ مجھے اس کا یہاں آنا  
پسند نہیں۔“

وہ سب فون پر ستر پر اچھل کر دوش روم کی جانب بڑھ  
گیا۔

شفیق گہری سی سانس لے کر باہر آئی۔ سب کچھ  
تقریباً تیار تھا صبح سے باغیں بنائی گئی اب سلاسلے  
بچے ہی تھی مگر وہ کچھ اٹھنے کی باتوں میں کچھ شہیار کے  
دوسرے میں ایسی ایسی کہ اسے چھینچ کرنے اور ہلکا بھلکا  
ساتیار ہو جانے کا خیال ہی نہیں تو اور اٹھنے نے بھی  
ایسے یہ احساس نہیں دلایا وہ سب وہ دیا یہ دیکھ میں آئی۔  
اٹھنے بڑی سستی سے سبزی کاٹ رہی تھی اسے دوسری  
چھتری اٹھانا پڑی۔

”کیا کہہ رہے تھے شہیار؟“ یہ سہل ایسا تھا جس کی  
توجہ شفیق بہر حال نہیں کر سکتی تھی اور سب تو جو کچھ  
شہیار نے کہا تھا وہ اٹھنے سے کہنے والا تھا ہی نہیں۔  
اٹھنے وہ خاموش ہی تھی کہ اٹھنے بولی۔

”بہت دنوں کے بعد ملے ہو نا بے تاب تو ہو گا  
تمہارے لیے۔“ یہ سب کہتے ہوئے اس کے چہرے پر  
غیب سا رخ اور سنجے میں گہری ٹھنڈک تھی جسے شفیق  
نے اس لیے محسوس نہیں کیا کہ اٹھنے کا یہ کھانا اسے  
شدت سے احساس دلایا تھا۔ شہیار نے جو کھانا بہت  
غلط کھا وہ اتنے دنوں کے بعد ملے ہیں جن کا کھانے لچکر  
رہے ہیں مگر شہیار نے اس بات کو بالکل بھی دھیان

میں نہیں رکھا اسے میں بحث احمق لاپرواہ اور غیر  
منجیدہ دکھائی دیتی ہوں وہ چپ چاپ سلاو کے لیے  
چیزیں بناتی رہی۔ اٹھنے بھی اسی کام میں مصروف کن  
اٹھوں سے اس کا چہرہ سختی رہی۔

اس روز وہ شہیار کے ساتھ پہلے سے زیادہ  
پریشانی تھی۔ اس کے مشاغل کالج کا لٹک کی باتیں  
اس کی پسند ناپسند سب براہ راست اس کے کھسک کر لی  
رہی۔ کھانے کی میز پر پہلے ہی کی طرح اس نے دونوں  
کو غور کھانا سرو کیا۔

اس کے لیے وہ دکان میں شفیق کی بیٹھنی پر بوسہ  
دے کر کہہ چکی تھی۔

”میں جانتی ہوں میری جان اتم بہت تھک گئی ہو۔  
بس کھانا کھاتے ہی رستہ کرو اور ہر لوگ رو گئی سوئی ہو  
ذہن سے نکال دو۔“

آخری بات پر شفیق نے چونک کر سر اٹھایا تھا اس  
کی بچپن کی سہیلی اس کی درد آشنا بات کے بغیر ہی  
کچھ کہی تھی۔ وہ اٹھنے سے پست گئی اٹھنے اس کی پشت  
پر جھکی اور اب وہ اسے وہ شہیار کا بار بار کھانا کھانے  
دے رہی تھی اور بہت اصرار سے کھانا دے رہی تھی۔

شفیق کچھ تو تھک گئی تھی۔ کچھ اسے اٹھنے کی بات  
نے یہ احساس دلایا تھا کہ آج اتنے دن کے بعد ملنے کی  
وجہ سے شہیار کا کھانا اس کے لیے بے تکی ایسے ہوئے  
ہو نا چاہیے تھا وہ چپ چپ سی تھی اور اس کی چپ  
شہیار کو غصہ دلایا رہی تھی۔ شرمندہ بھی کر رہی تھی  
کیسی الٹ مڑوڑی ہے اسے احساس نہیں اٹھنے مہمان  
ہے اور اس کی خاطر اس کا فرض ہے تاکہ وہ بے چاری  
ہمیں ایک ایک دوش اٹھا کر پیش کرتی رہے۔  
پہلے کچھ کا دھڑا ہوا اچھا رات کو پچھلے کے کپڑے اسے  
اور بھی غصہ دلایا رہے تھے کھانے کے بعد شفیق پر تین  
سمیٹ کر لیکن میں بھی اٹھنے اور وہ دونوں باغیں کرتے  
رہے پھر اس کا بیٹا کسی بات پر ضد کرنے لگا۔ شفیق  
اسے اٹھا کر لان میں لے گئی۔ اس کے ساتھ کھیتی  
رہی۔ وہ دونوں باغیں کرتے رہے۔ اس کا خیال تھا  
اٹھنے کھانا کھا کر چلی جائے گی مجھ کو ایسے خیال میں دکھائی

میں دیتی تھی۔ شفیق نے کپڑے نکالے اور نمائے  
کے ارادے سے ہاتھ روم میں کھس گئی کہ انٹی کو  
شہر رکھیں دوسے رہا تھا اعلیٰ۔

مناظرہ کی تو شہیار اس کو اپنی اسکول اور کالج کے  
زمین کی تصاویر دکھا کر تمام دونوں غائب ہوا۔  
یہی تھے ڈاک پریل سوشل ممبر پر ملٹی ٹکرس کے کڑھالی  
کی جلی تھیں پریل کا شہید دینی ہی لپ اسٹک لگے جب  
سنا سننے آئی دونوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔

”لوں ہوں یہ کون سا گھر میں لیا ہے تم نے“ پوچھنے لگے۔  
 ”جی ہاں! یہ گھر میرا ہے۔“

وہ دل شہبہ ایچا گوئی رحمت میں اس نگر کے ساتھ  
ہست نمایاں ہو رہی تھی شہزاد کی نظروں میں ستائش  
ابھی ہی تھی کہ اچھی کے جملے نے اس کی بھی سوچ  
دل دیکھتے

”واضح میز خیال ہے انھی ٹھیک سمجھتی ہے یہ فکر کچھ  
 قیاس ہے۔“

”میں تہریل کر کے آئی ہوں۔“ تو فوراً ”شرمہ“

نہیں کہتے کہ اگر نفی ہو تو اب صحیح کر کے چل پڑ جائے گا۔  
 تو ہم پر تک میں اچھی بات تھی۔ میں تو اس کے کہ  
 رہی تھی کہ دوسرے کہیں میری نظریات تھوڑی  
 جتنے ہیں۔ لیکن شخصیت کا آئینہ ہوتا ہے اور یہ دیکھ کر  
 کہ تو اردوں میں خوب سے خاص نہ کیا جاتا ہے۔"

”روانگی میں نے تو“ شہسوار کے لبوں پر انہی کی  
 بات سن کر تیسے والی مسکراہٹ سے استے روپنسا کر دیا  
 ہوا خاست میں کیا کیا جا رہی تھی اسے بھول ہی گیا۔

”اچھا۔ آپ انہی ہی چائے تو بناؤ۔ ہم تمہارے  
تھک رہیں بیٹھے تھے ورنہ میں اس وقت چائے کے لیتی  
میں۔“

وہ نشات میں سر ہوا کر کچن میں چلی گئی۔

”پلو کج چائے کس باہر چل کر پیتے ہیں۔“

ہیں ٹھیک ہے۔ شہسار نے اشارت میں سر ہلایا۔

وہ بھی کبھی ایک دو مرتبہ سے تھک کر کے بعد  
روٹھے ٹیسرے بات ہوتی اور تھک ہو جاتی اور آج میرا  
کچھ خاص ہوا بھی تو ٹیسرے تھا مگر اس کا تہی بھی نہایت سنا  
تھا اور شمار بھی سب سے گائی بہت رہا تھا اس کو ٹوٹ پڑ  
جاتا تو میری۔

”مردوں کو غریب دیکھانے کی عادت ہوئی ہے ایک  
 دو روز گزرنے دو غریب ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ ویسے کیا تم  
 بد خو جاؤ گے؟“

”جیسا کہجی روٹھی ہی نہیں بلکہ گانے تو ویسے بھی  
 مجھے دلچسپ لگاتے رہتے ہیں اور کمرے بھی لے آتے  
 ”

پھر پھر اسے بہت اچھی لگتی ہو وہ پتہ نہیں لگتی  
ان کی انسانی زندگی کو اتنا کر دیتی ہیں بھی وہ شخص  
نے بھی اس سے کوئی بات کہہ نہیں سکتی۔  
شمار کی تکلیف نے اسے مزاحمت کر دیا تھا وہ نہ ایمان  
نہ نہیں سیکھ اور اسے بخار نہ لگا۔

اچھا ہے۔ مرچاؤں، حب انہیں پروا ہی نہیں تھی۔  
 تو میں بھی کر لیا کروں۔ جب مرچاؤں کی پھر توبہ کر لیں  
 گئے پھر توبہ کر لیں گے۔ مگر تب میں کہیں نہیں جوں کی  
 جب تک نہیں گئے اپنی زیادتی کا احساس انہیں ہو گا  
 لگائے گا۔ تو کیا ایسا سچا اور رقی رہی ضمیر نہ کر لیا  
 اس نے اپنی طبیعت کی خرابی کے بارے میں نہیں



تیار۔ معمول کے مطابق کھانا تیار کرتی رہی۔ بھیل پر لگتے اسے چکر آیا۔ ڈش تو بھیل پر رکھی مگر لڑکوں پر قرار نہیں رکھ سکی اور خود فرش پر آگری۔  
 ”شفق! شہنشاہ تیزی سے اس کی جانب دوڑا۔ ساتھ لگا ہوا اس کا جسم انکار سے کی مانند لگا۔

”کیا کروں؟“ اس نے اپنے بازوؤں میں بے ہوش شفق کو پریشانی سے دیکھتے ہوئے سوچا پھر ذہن میں سب سے پہلے انکی کا خیال آیا۔ اس کو کل کیا۔ شفق کی حالت بتائی۔ ”آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ابھی آری ہوں اور ہمیں قریب ہی ٹھہر چکے ہیں۔“ آپ اسے لے کر دیں۔ ”پچھلے میں ابھی اوپر آؤں گی اور ڈیڑھ گھنٹے بعد جب وہ دوبارہ گھر آئے تو انکی ان کے ساتھ تھی اور شفق ہوش میں تھی۔

”یہ کیا حالت ہے شفق! نہیں۔ غار تھا تو تم نے شہنشاہ کو بتایا کیوں نہیں۔ ذرا ذرا سی بات پر اتنی شدید عراضی کرے جہاں صحت ہوتی ہے وہاں تو ہوش سے بڑی بات نظر انداز کر دی جاتی ہے۔ تم ایک معمول سی بات کو ہل سے لگا کر بیٹھی رہیں۔ گھر کرنا اپنے میاں کی ایسے اچھے انسان تو چراغ لے کر ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے۔“

”انکی! اپنے کچے امیں ہیں اور اظہر بھائی نے تمہارے یوں آجائے پر راتو نہیں ملتا؟“

”اظہر! پھر گھر گئے ہیں ان کی واپسی اب ایک ہفتے سے پہلے تو مشکل ہی ہو گی پچوں کی فکر نہ کرو۔ وہ ہیں نا ہماری ایک رشتہ دار۔ بے چاری وہ دلورہ چاری ہیں۔ وہ آئی ہوئی ہیں پچا انکی کے پاس ہیں۔ وہ سوت اچھی طرح سنبھل چکی ہیں۔ تم میں اپنی فکر کرو۔“

”ہاں میں ٹھیک ہوں۔“ اسے غماض سے دیکھتے تھی۔ یوں مشکل ہو رہا تھا۔

گھر آکر شہنشاہ نے اسے سہارا دے کر گاڑی سے اتار دیا اور ہندوؤں میں لے گیا۔ اسے لاؤنچ میں رکھ دیا جہاں چاہیے تھا گھر پہنچے جلی انکی تھی اور شہنشاہ اس کی موجودگی کے باوجود شفق کا بوسہ لے کر اسے اپنی بے تلی اور پریشانی کے بارے میں بتایا تھا پھر انکی سے بولا۔

”آپ پلیز اس کے لیے سوپ اور دلہ وغیرہ بناویں گا۔“  
 ”نہیں، نہیں، انکی تم تکلیف مت کرو۔ ابھی غار کم ہو چکا میں خود ابھی جاؤں گی۔“  
 ”اوہو! دوست ہے تمہاری۔“ شہنشاہ نے اسے شکلف پر سجھایا۔

انکی کو بچن میں تیار پڑا اور بچن کے کانوں سے اس کی پیشہ جان جاتی تھی وہ اکثر کھانا بازار سے منگوائی یا ملازمہ سے پکوائی۔ اسے وہی طبیعت لگتا اور پھر یہ وہ خاتون جن کی عمر پچاس بچپن کے قریب تھی اظہر کی رشتہ دار تھیں۔ جب وہ آجائیں۔ اسے بڑی سہولت ہو جاتی۔ کھانا بنانے سے تو وہاں ہی جان بچھت جاتی اور بچوں کو بھی پھر وہی دیکھیں۔

”بہت نہیں کس طرح کا سوپ بنانا چاہیے۔“ اس نے کچھ دیر سوچا پھر فرنگ سے چکن ٹیکل کر ڈھیر سارے پانی میں ٹھیک اور کھلی مرچ کے ساتھ ڈال کر پختے پر چڑھا دیا۔

”اب چلے گی چاہیے۔“ انکی نے بوسہ دیا۔  
 ”جس نے اپنے کچے ملازمہ کو اسے بوسہ دیا؟“  
 ”جس کو صحت۔“

گرفت کے عالم میں چاہے تیار کی شہنشاہ چلا گیا۔ ٹرے اس نے ہی سیٹ کی اور اندر لے گیا۔ انکی اب بچن اس کے پیچھے تھی۔ چائے کے ساتھ شفق نے ”سکس“ کے دواں اور ٹھوڑی دیر میں سو گی۔

اس روز بھی چند روز پہلے کی طرح انہوں نے دھیروں باتیں کرنا لیں اور پتہ نہیں کب آپ سے وہ دونوں غم پر آگئے۔ ایک صوفے پر بٹلہ میں چٹہر کر لی وہی دیکھتے اور تبصرے کرتے رہے۔ شفق کی آنکھ کی غار بن گیا تھا شہنشاہ اور شفق دونوں انکی کے شکر گزار تھے اور شہنشاہ اسے ڈراپ کرنے جا رہا تھا۔

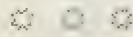
”بہت نہیں رات میں کچھ کھائے کو بے بھی نہیں شفق نے غماض کے ساتھ گروت بدلتے ہوئے سوچا تھا پھر وہ سراخیل یہ کیا۔ انکی کے ہاں کھانا کھا کر لی آئے گا شاید نہ بھی کھائے کہ مجھے غماض ہے اور

میں اپنی ہوں شاید انہی ساتھ ہی کھانا بھی کرو۔ شہزادہ بہت جلدی آیا اور کھانا اس کے ساتھ نہیں تھا۔

”وہ فریخ ہیں دیکھیں۔ میرا خیال ہے وہ میرے ہیں۔“

”نہیں وہ تو میں نے اور انہی نے کھایا تھا۔ خیر تم گھر نہ کرو۔ میں سینڈویچ بنا دیتا ہوں۔“

شہزادہ اس کے پاس بیٹھا اور ابھی پانی کھانا بھی کھلایا مگر کچھ لگی سی تھی۔ یا شاید اس کی توجہات ہی زیادہ تھیں۔



اگلے روز انہی شام کو ان کے پاس آئی تھی اور شہزادہ چیتا پہلے سے اس کی گود کے بارے میں جانتا تھا مگر شہزادہ خاصا بہترام بھی کر رہا تھا۔ شفق کو بکھٹار ابھی پانی تھا۔ انہی آئی اور اس نے خوب انصاف کیا۔ اس نے شفق کو گھر سے میں جا کر آرام کرنے کو بھی کہا مگر شفق چار نہیں ہوئی۔

”اگرچہ میں اس کے ساتھ ہی رہتی ہوں مگر ابھی نہیں اور وہ میں ایک باب بیٹھی مسکرا رہی تھی۔“

”تم شہزادہ کا خیال نہیں رکھتیں شفق! اس نے دونوں کے لیے میٹھے جاکر بیٹھے ہیں اب آئی ہو تو ذرا سی بات کو دل سے لگایا اور پھل پڑ گئیں۔ دیکھو بے جا وہ کتنا کمزور ہو رہا ہے۔“

”انہی باتوں کو یہ نہیں سمجھتی۔“ شہزادہ نے شکہ کیا۔

”وہ چونک کر اس کی صورت دیکھنے لگی آخر کیوں یہ ہو گیا ہو! جانتا ہے میری محبت میں بھی بھیگی کی نہیں رہی اس کا پی گھرا ہے لگا۔“

شہزادہ کی انہی سے کی گئی پھولی ہی شکایت اس کی دل کی دنیا میں پھیل چلا رہی تھی ”شاید وہ انہی کہ دسے گا میں تمہارا کر رہا تھا شفق کی محبت کو نہایت کاؤ کوئی یہ نہ کہ انہی تک ایسا دل نہیں ہو مگر ایسا نہیں کہ وہ وہ چپ چاپ بیٹھی منظر میں موجود ہونے کے باوجود منظر سے

عائب ہوتی چلی گئی۔ اس کا بخار صبح تک اترا گیا اس نے اٹھ کر ناشتا کیا کچھ کھانے کے لیے بیٹھیں۔ شہزادہ تیار ہو کر بیٹھ کر آیا تو اس کی پسند کا ناشتا پراٹھا اور اٹلیٹ اس کے سامنے رکھا۔ ”نہیں وہ کس سوچ میں گم تھا۔ توجہ ہی نہیں دی۔ چپ چاپ ناشتا کیا اور اٹھ کر آیا ہوا۔“

”وہ میرے کیا باتوں؟“ اس نے پوچھا تھا۔

”اوہ ہاں یاد آیا آج وہ میرے میرے لیے کچھ نہ دیا۔ میں رات کو اس کا۔ اوکے جان! آج شام کی بات پر ملاقات ہو گی اور وہ مجھ کو تم کاموں میں مت لگی رہنا۔ اپنا خیال رکھنا۔ کہیں بچہ نہ مار نہ پھینکے۔“

اس نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلایا۔ شہزادہ کے جانے کے بعد انہی وہ ناشتے کے برتن سمیٹ رہی تھی کہ شہزادہ کی اسی کافون آگیا۔ وہ تیار رہی تھیں۔

”ایک ایک سنتے کے بعد پرستش آ رہی ہوں پورا ایک دن اپنی جگہ کے پاس رہا ہوں۔ ابھی تو میں نے تمہارے چاہے بھی نہیں پورے کیے۔“

شہزادہ کی والدہ بہت سوٹ سچر کی بانگ تھیں اس لیے ان کی توجہ ان کرات خوشی پہنچی تھی۔

ہر روز وہ اس کے لیے اچھی بات انہی کے ساتھ میز کرنا دیکھا فرض سمجھتی تھی مگر آج کل انہی کی بھانے کیا مصروفیات تھیں جب بھی فون کرتی بہت موصول نہیں ہوا تھا۔ سچر کی تو بھی ابھی تک انہی نے بات نہیں کی تھی۔ شاید اس کے میاں آج کل گھر پر ہوتے ہوں گے کہ یہ بھی کوئی ایسا مسئلہ نہیں کہ کل ہی رہیں نہ کی جائے۔

شام کو شہزادہ آیا تو اس نے انہی کی طرف بٹھے گا۔

”کیوں خیریت؟“ وہ پوچھنے لگا۔

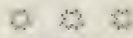
”اسے دن ہو گئے اس سے لے ہوئے۔“

”تم میں اور انہی میں کوئی تفریق تو مشترک نہیں۔“

”نہیں سمجھ میں نہیں آیا پھر تم اس سے ملنے کو۔“



”وہ میری دوست ہے۔“ اس نے کچھ احتجاج کے رنگت میں یاد دلایا۔  
 ”بہر حال آج نہیں، تمہیں پتہ ہے لیٹ آ رہا ہوں۔“  
 ”تھکا ہوا ہوں۔“  
 ”اچھا، ٹھیک سے پھر کل چلیں گے۔“ وہ صحت یابی کی آگے کی تو یہ شخص گئے وہ کسی بڑے کے سامنے جا بیٹھا البتہ اس سے کچھ کمائی فیصلہ تھا۔



شہزاد کی والدہ کی آمد پر شفیق کے سیکے والے بھی ملے آئے تھے۔ رات کو لیٹا کھا کر بھینا اور شہزادہ کو کچھ میں بیٹھ گئے تھے جبکہ شہزاد کی والدہ شفیق کی امی اور بھانجی ارم شہزاد کی والدہ کے بیڑوم میں آ گئے تھے۔

”ہائے کیا تھا آج انجی بھی ہوتی تو۔“ اس نے بڑی مسرت سے ذکر کیا تھا۔  
 ”کیا وہ یہاں آتی رہتی ہے؟“ ارم نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں ہاں اکثر یہ ہے شہزاد بھی اسے بہت پسند کرتے ہیں بلکہ اب تو کہتے ہیں۔ اس کی بے سند ٹاپنڈ تم سے زیادہ مجھ سے سنی جاتی ہے۔“  
 وہ بہت خوش کے ساتھ ارم کو بتا رہی تھی اسی وقت شہزادہ بیگم (شہزاد کی والدہ) نے اس کی امی سے بات کرتے ہوئے ان دونوں کی طرف پریمی دیکھا تھا مگر شفیق کے جوش اور دواپ میں ارم کی ہمیدگی نے حیران سا کیا۔ ارم کہہ کر یہ کسی انجی کے بارے میں پوچھ رہی تھی اور شفیق اپنے مخصوص المیزان سے بتا رہی تھی چارہ تھی۔

”کون ہے یہ انجی؟“ نہیں بھی جانتی ہوں۔“  
 ”وہاں فیصلہ کیا ہوا ہے ہمارے محلے میں رہتی تھی؟“ ارم نے کہا۔ شفیق نے نفی میں سر ہلایا اور بولی۔  
 ”یہ کیا کہہ رہی ہیں بھانجی آپ کو صرف ہماری محلے دار نہیں۔ میری بہت اچھی دوست ہے۔ بس اچھی ایک جاں دو قابض والا حساب ہے۔“

”تم بھی جانتی ہو اس کے ہاں؟“ ارم نے جیسے اس کی بات سنی تھی نہیں۔  
 ”اس ہاں ہاں۔“  
 ”انجی جانتی ہو؟“  
 ”نہیں انجی کیوں شہزاد کے ساتھ؟“  
 ”اچھا انہیں کیوں اعتراض نہیں ہوتا شہزادہ سہلی کے ہاں جانے پر۔“

”میں نے کہا۔ اب وہ صرف میری سہلی ہی نہیں ہے۔ شہزاد بھی اسے بہت پسند کرتے ہیں اور انجی وہ ہے بھی اتنا پیار کرنے والی کہ کبھی کبھی تو میں اس کی محبتوں پر شرمندہ ہی ہو جاتی ہوں۔“  
 شہزادہ بیگم کو دونوں کے درمیان پر حیرت تو ہوئی مگر انہوں نے دخل نہیں دیا ایک بار پھر اس کی امی سے باتیں کرنے لگیں۔  
 ”ہم سب چلیں گے کل انجی کے ہاں۔ سنی حیران ہو گی نا۔“ وہ سب کو دیکھ کر شفیق خیالوں میں ہی اس کی حیرت پر مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”نہیں ہم سب ساتھ ساتھ۔“ ارم نے صاف انکار کر دیا۔  
 ”اچھا پھر میں اسے یہاں بلا لیتی ہوں۔ کل کھائے پوچھتی ہوں آجائے۔“

”وہ کچھ بولا کر۔ میرا خیال ہے وہ نہیں آئے گی۔“  
 ”کیوں بھلا۔ وہ کیوں نہیں آئے گی میں ابھی فون کرتی ہوں اور سب کی آمد کے بارے میں بتاتی ہوں نا۔“  
 ”کسے فون ہو رہا ہے؟“ اب کے شفیق کی امی نے پوچھا۔

”ای انجی کو بلائے گی ہوں۔“ وہ تھوڑے بہتے اسے جوش کے ساتھ بولی۔  
 ”انجی ایہ ابھی تک تمہارے سر سے انجی کا بیجوت نہیں اڑا۔“ اس کی امی کے کندہ اڑیں بھی کچھ کچھ ارم والا ہی ہوا تھا۔  
 اس نے ہواپ نہیں دیا۔ انجی سے بات کرنے لگی۔  
 وہ اسے ان سب کی آمد کے بارے میں بتا رہی تھی

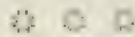
اور کل آئے کو کہہ رہی تھی۔

”ہائے دیکھو۔ اٹھی ابھی تو پیٹھی کمر رہی تھیں  
نہیں آؤ گی مگر میں نے پورے وثوق سے کہا تھا تم آؤ  
گی۔“

”اوہو اچھا چلو تھیک ہے کل شام یہ سب تو چلے  
جائیں گے شہسوار کی اتنی تو بیٹیں ہیں نا۔ تم ان سے ملنے  
آ جاؤ۔ بہت خوش ہو گی تم ان سے مل کر۔ بہت اچھی  
تھیں خاتون ہیں۔ جیسی خواتین شہسوار کو اچھی لگتی ہیں نا  
جیسی تم ہونا یا نہیں۔“

اس بات پر ارم پھر حیرت کی تھی اور اس نے کچھ  
شعور کے ساتھ شوق کو دیکھا تھا۔  
”وہ کل تو اس کے میں کے کچھ دوست انوار  
جی سے نہیں آئے گی۔“

”اچھا پھر اس سے کہنا تھا ہم سب ابھی آ رہے ہیں۔“  
ارم کا انداز استغنائی تھا۔



”اس کو بھی دیکھو ابھی کے اس کے دوست ابھی آ رہے ہیں اور  
شوق بڑے جوش سے چل رہی ہیں۔ اس کے لیے  
تجارت کیا کیا تھا شہسوار کی تھی۔ شہسوار کو اس نے ایک  
بسی سست کھائی تھی اور اس نے بغیر ناک بھول  
چرخا ہے سب سلمان لا رہا تھا۔“

”اٹھی تکی تو ارم کی باتوں کی روشنی میں فیملی بیگم نے  
بہت گہری نظر سے اسے دیکھا تھا۔ سادگی سلوٹی  
جانب نظر نقوش والی اور بہت سلیب ہاتھ والی عورت  
اسے لڑکی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اس کی آنکھوں میں  
ایک خاص قسم کی طراوی اور چرخے کے نقشہ میں  
جھل بن نام کو نہیں تھا اس کے مقابلے میں شوق  
کمر کی جتنی قد میں اس سے کم بہت بھولنے لگے لڑکی  
لڑکی جیسی جس کی آنکھوں میں روشنی اور سچائی کا اثر تھا  
اور ہم سمجھتیں ہائے کی عادی دکھائی دیتی تھی۔“

”اٹھی اگر فیملی بیگم سے بہت ہی محبت اور عقیدت  
سے ہی تھی۔“

”مجھے بہت اشتیاق تھا آپ سے ملنے کا بہت

تقریبیں مئی تھیں میں نے آپ کی۔“

اس دوران وہ فیملی بیگم کے تاثرات کا بھی جائزہ  
لے رہی تھی اور اسے لگا اس کے الفاظ اور انداز نے  
انہیں کچھ خاص متاثر نہیں کیا۔

”اچھا کس سے سنی تھیں تقریبیں؟“ اٹھی کو اس  
سوال کی توقع نہیں تھی کہ خوشگوار چیز ہے کہ جس کی  
کی جائے پھر اسے اس طرح کے سوالوں کا ہوش نہیں  
رہتا وہ اس سلسلے میں شوق کا ہم لینے کی غلطی نہیں  
کر سکتی تھی ہوں۔“

”شہسوار صاحب نے اور بھلا کون آپ کی تقریبیں  
کر سکتا ہے؟“ شوق اس کے بچے میں مٹن تھی اور  
اٹھی نے حیرت سے کہا تھا۔

”اچھا شہسوار سے بھی بے تکلفی ہو چکی ہے۔“ وہ  
ارم کے چرخے کے تاثرات کو ذہن میں لا کر یہ سوال کر  
گئی تھیں۔

”کی کی آپ کے بیٹے آپ ہی کی طرح بہت اچھے  
انسان ہیں۔ اٹھی اور اٹھی آپ نے مگر بہت خوب  
صورت بہت رکھا ہے بہت سوت کر رہا ہے آپ پر۔“  
فیملی بیگم دس سال ایک اسکول کی پرنسپل رہی  
تھیں۔ اس دوران مختلف حرا ج کے لوگوں سے اسط  
برتاؤ تھا تو خوشگوار کرنے والوں کا تو ایک ہاتھ نہ گروہ تھا  
تو وہ اٹھی کو کیسے نہ بچاؤ تھیں۔ وہ یہ سوچ رہی تھیں کیا  
اس کی عادت ہی ایسی ہے یا یہ صرف میرے ساتھ ایسا  
کر رہی ہے مگر یہ تو اسے سمجھتے کیا غماز ہو سکتا ہے۔  
”کیسی لگتیں میری والدہ؟“ شہسوار نے اس کو کون  
کے گھاس رکھے چلا آیا تھا سب سے پہلے اٹھی کو پیش  
کرتے ہوئے پوچھا تھا اور اس کی ایسی ایک بار پھر ہو گی  
تھیں شہسوار کبھی کسی کام کو نہ شادی سے پہلے ہاتھ لگانا  
تھا نہ اب اس دو تین روز میں انہوں نے ایسا کیا تھا۔  
”آپ کیوں لے آئے۔ میں لا رہی تھی۔“ شوق  
نے شرمندہ ہو کر کہا تھا۔

”خسین اتنا ہوش کی کامل ہے؟“

”یقیناً شہسوار کا انداز قابل گرفت تھا فیملی بیگم تو صوب  
سے آئی تھیں اظہار الہی دکھائی دینے والی اس لڑکی



کے حلقے سے متاثر ہوئی جاتی تھیں اور اب بھی وہ اس کے بچوں کو سنبھالنے میں توفیقی تھی۔

”جان! اپنے آپ کو یاد کرو۔ خصوصاً جب بزرگ گھر میں ہوں پھر تو دستہ داری بہت زیادہ جاتی ہے۔“  
انہی نے کسی نرمی سے سمجھایا تھا اور وہ کتنی شرمندہ دکھائی دیتے تھے۔

”مجھ سے تسکری خاطر بچن میں تھکی ہوئی ہے۔“  
غیبہ نگہ پر اختیار کر کے کہیں۔

”ہاں، تو اس کے حلقے سے لگ رہا ہے۔“  
انہی کچھ تسکری سے بنی تو شہسوار نے تیزی نگاہ اس پر ڈالی غیبہ نگہ کو حیرت ہوئی اتنے اچھے کیڑوں میں تو کتنی وہ سادہ چہرے کے ساتھ بھی وہ انہی سے کیس زیادہ کتنی سنواری اور پوری لگ رہی تھی۔

”حق بچن میں کی۔ غیبہ نگہ کیل تھا۔ انہی بھی اس کے پیچھے چل جائے گی اور کاموں میں اس کا ہاتھ بٹائے گی تیزی خیال غلط ثابت ہوا۔ وہ سبیں نیکی رہی اور اس سے باتیں کرتی رہی۔ درمیان میں شہسوار بھی بولتا رہا آخر غیبہ نگہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

”میں ذرا شوق کو کچھ لوں۔ اپنی لگی ہوئی ہے۔“  
”عجب ہے تسکری دوست۔ اسے تمہارا خیال ہی نہیں۔“

”وہ کتنی ہے گھر میں یہی سب کر کے میں تھک جاتی ہوں یہاں اگر کچھ آرام کرنے کو بھی چاہتا ہے اور ایک راز کی بات بتاؤں اتنی اسے گھر کے کاموں میں بھی لگی رہتی نہیں رہی۔ اب بھی کھانا تو بازار سے منگوا لیتی ہے یا گھر میں ایک دہشتے کی نگرانی وہ بنا لیتی ہے۔“

”مجھے لگتا ہے اسے بچوں کی دیکھ بھال میں بھی دھچکی نہیں۔“ انہوں نے رائے دی۔

”ہاں اسے گھوڑے پھرنے کا بہت شوق ہے۔ وہ جب بھی کرنا چاہتی تھی مگر قسمت نے برا کیا۔ چھاری کے ساتھ مشہور ہاٹل مزاج کے ملے ہیں اسے۔ انہیں انہی کے جذبات اس کے احساسات کی بالکل پروا نہیں ہے۔“

”اکثر آتی رہتی ہے اور؟“

”میں ہاں سے کچھ تو فعل آتا میں ہے۔ اور میرے پاس آجاتی ہے۔ کبھی کھار ہم بھی چمے جاتے ہیں ویسے زیادہ تو یہی آتی ہے کتنی ہے تسارے گھر آکر بہت سکون ملتا ہے۔ بہت اچھی دوست ہے۔“

انہی وہ باتیں کر رہی تھیں کہ انہی چلی گئی۔  
”آئی آپ کیا کرنے لگی ہیں۔ مجھے بتائیے میں روتی ہوں۔“ وہ نور تن شگ کرنے میں لگی تھیں۔

انہی نے ان کے ہاتھ سے کپڑا اور گلاس لے لیا۔  
انہی اور انہی تو پیچھے ہی شہسوار بھی چلا آیا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

اور جو نظارہ بھیل پھیل۔ بچہ نے دیکھا وہ تو انتہائی حیران کن تھا۔ کتنی محنت سے یہ سب شوق نے بنایا تھا مگر وہ چارے تو اب اس منظر میں تھی اور انہی وہ بچہ کر شہسوار اور اس کی والدہ کو کچھ نہ کچھ پیش کر رہی تھی۔ آج والدہ کو سنا کہ کسے کی کوشش میں وہ شوق کی پلٹ میں کچھ ذرا اور اصرار کر کے کھانا بھول گئی تھی۔

”ہائے اتنی لاکھ کام یہ کیا اور وہ اس شوق سے پوچھنے کی چٹنی نہیں بنائی۔ وہ تو ضرور سنا چکا ہے تھی۔“ اس نے بھیل پر ہنسنے کے بعد وہ سری بار شوق کو ٹوکا تھا۔

”یہ کچھ بے لوث!“ شوق جلدی سے بولی تھی۔  
”بہتر رہے۔“ گھبراہٹ ہو گیا ہے۔

”مٹھنے میں کیا بنا ہے۔“ یہ میرا لانا تو کچھ لے نہیں رہا۔

”گھر کا طوطا بنایا ہے میں نے۔ شہسوار کو بھی بہت پسند ہے۔“

”اوہ کسٹو نہیں ہے۔“ انہی محنت پریشان ہو گئی۔  
”شوق! سنو ذرا۔“ شہسوار نے صحت سمجھ دیا اور

اس نے بھی تعجب میں رہیں کی۔ فوراً ”اٹھ کھڑی ہوئی۔“

”بیٹو جاناو شوق!“ غیبہ نگہ کو انہی کا ایراز غصہ ہوا۔

تو تھر تھرا کر انہوں کو بلور بھی بنا گیا۔

”صبح سے بچی گئی ہوئی ہے، تھک گئی ہے۔ کسٹرو میں بنو رہی ہوں۔“

”ہائے میری اچھی آنی! آپ کیوں تکلیف کریں گی۔ آپ پلٹے بندھا جائیں۔ میں خود بناتی ہوں۔“ دبی دبی بھر انداز میں غصی زبان نکلتی تھیں عورت بڑی بڑی آنکھیں لہجے پر۔

”مم میں۔“ شفق ابھی تک کھڑی تھی اور بچن میں جانے کو پر توڑ رہی تھی۔ اس کے برابر ہی وہ نبیلہ عیسیٰ کی چیز بھی۔ انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اسے چیر کر بٹھا دیا۔

اور انہی جو کہہ رہی تھی۔ وہ خود اپنے کے لیے کسٹرو چلی گئی ہے۔ اب بڑے آرام سے بچے کو چال چلا رہی تھی اور وہ کچھ بھی رہا تھا۔

”یہ سب کیا ہے۔ یہ عورت شفق کے ساتھ ایسا کیوں کر رہی ہے اور شہیار اس سے اتنا متبر کیوں رکھائی دے رہا ہے؟“ نبیلہ عیسیٰ کی پیچھے میں نہیں آ رہا تھا۔ اور وہ یہ بات سمجھنا ضرور چاہتی تھیں۔ شفق میں چھپر کاٹھور تھا جسے شفق نے بہت محنت سے بنایا تھا اور اس حلوے کو انہی اور شہیار نے چھکا تک نہیں۔

”شہیار! آپ کو تو گاؤں کا علوہ بہت پسند ہے۔“ شفق اس کے انکار پر کہہ رہی تھی۔

”آج مل نہیں چاہا۔“ وہ جھیل سے اٹھ گیا اور شفق کا چہرہ بھی اڑ گیا۔

”اگر سے ایسا منہ کیوں بنایا۔ اب اس کاموہ نہیں رات کو کھالے گا اور اگر میرے نہ کھالے بر خفا ہو تو میں یہ پورا ڈوگا ساتھ لے جاؤں گی۔“ کتنے ہی دنوں تک کھالی اور تمہیں یاد کرتی رہوں گی۔“ شفق کھل گئی تھی اس بات پر۔ جبکہ وہاں شفق ہی بیٹھی رہیں۔

”دیکھیں یہاں آنی۔“ شفیقہ ذرا سی بات پر مت بھلائی ہے۔ یہ مہو کھلا کھال برداشت کرتے ہیں ایسی باتوں کو۔“ شہیار کسی کلم سے لہو ہر تیا تو وہ آنی سے کہہ رہی تھی۔

”مگر عمو اور بھول ہے گھول کی بہت سا وہ لوہو جی ہے

پھر سب سے بڑھ کر یہ انہی! اگر شریف عورتوں نے سارے باز خیرے اپنے میاں کو ہی رکھنا ہوتے ہیں۔“ یہ نہیں سمجھیں کیا ہو کہ لہجہ بھی سخت ہو گیا۔

”اگر انہی! انہیں کچھ نہ یاد کھائیں۔“ شہیار کہہ رہا تھا اور شفیقہ رتن سمیٹ رہی تھی۔

وہ اپنی پر اسے شہیار کو دبا کر رہا تھا۔ ”کیا تھر آکھیلے کے کر جاؤ گے شفق نہیں جانے گی؟“ نبیلہ عیسیٰ کو لہا رہا۔

”شفیقہ بچن سمیٹ رہی ہے اور یہ قریب ہی تو گھر ہے اس کا میں بس ابھی تو اب کر کے آ رہا ہوں۔“

”جی آنی! یہاں قریب ہی گھر ہے۔ کیا کروں مجھے رکشہ ٹیکسی میں سڑ کر مرنے دو گاتے۔“

وہ صوب کر رہ گئیں آخر انہی بھی تو رکشہ ٹیکسی سے ہی ہے۔

شہیار کہہ کر گیا تھا انہوں کو یاد ہوئی آیا مگر اب ایک ٹکٹ ہوئے کو تھا۔ شفق تو سب سمیٹ کر وہ گھر گھر سیدھی کرنے کے ارادے سے لیٹ گئی تھی۔ اس سے رہا نہیں گیا۔ اس کا منہ ہلایا اور وہ کہہ رہا تھا۔

”آئی! راستے میں کچھ دوست مل گئے ہیں۔ اس لیے لیٹ ہو رہا ہوں۔“ کچھ دیر سے آؤں گا۔ آپ گھر نہ کریں۔“ اور انہوں نے انہی کے بیٹے کی کو آواز سن کر کچھ اپنی ماں سے کچھ کہہ رہا تھا۔

”کہاں ہے شہیار کیا انہی کے گھر میں؟“ پھر منظر میں شور تھا۔ وہ بچہ گھر سے باہر کی جگہ پر ہیں۔

اگر ہیں تو اس نے جھوٹ کھول دیا۔ ”کیا اس کے دل میں کوئی چور ہے؟“ اگر کم کا انہی کے ہارے میں آگئے ہوتے کچھ سے بات کرنا اور کہہ کر یہ کر پڑ چھتاؤ گئے لگا۔

وہ اپنے کمرے میں آکر لیٹ تو گئیں مگر صوب اس قدر پر آگندہ ہو رہی تھی کہ سو نہیں سکیں۔

اگلے روز صبح ناشتے کی بجائے ہی کھانا ”آج شام کو انہی کی طرف چلیں گے۔“



”اٹنی کی طرف آج شام نہیں اصرار میں اس سے  
پوچھ کر رہی، پورے گھر میں پتا نہ ہے کیا پتہ اس کا شوہر آج  
شام گھر آئے گا؟“

”کیا مطلب شہیار تمہارا؟ کیا تم اس کے شوہر کی  
موجودگی میں اس کے گھر نہیں جانتے۔“  
”اصل میں آئی! اٹنی کا شوہر ہرے میں وہ کچھ  
دو مہرے مزاج کا بندہ ہے۔ اسے نہیں پسند کہ اٹنی  
نواہ میل چول رکھے۔“

”تو اٹنی کو اسے شوہر کی پسند ناپسند کا خیال رکھنا  
چاہیے۔ کب اگر شہیار کو یہ سب چاہیے ہو تو تم ایسا  
کر نہیں؟ نہیں کبھی نہیں۔“ انہوں نے پورے یقین  
سے کہا تھا۔

”شفیق نے اٹنی کو فون کیا اور آئی کے اٹنے کے  
بارے میں بتایا تو وہ بولی۔“

”تم آئی کو فون دو۔ میں خود بات کروں گی۔“ اور  
اٹنی سے بولی ”بھائی کے گھر آتے ہوئے میں کو  
اجازت کی ضرورت ہو اگر کرتی ہے۔ آپ ضرور آئیں۔  
میں منتظر رہوں گی۔“

”بس ای! آپ بھی اب اس ابھی کل ہی تو ملاقات  
ہوئی ہے اٹنی سے۔ آج آپ اس کے کہاں جانے کو تیار  
ہو نہیں۔ وہ بھی کھانے کے نام پر۔ اس سے چوری کو  
تسلیم نہ کرنا پڑے گی۔“ شہیار کچھ کوفت کے عالم  
میں کہہ رہا تھا۔

”تو کیا ہوا۔ کئی شفیق نے بھی تو اس کے لیے سارا  
دن رونا دھونا کیا تھا۔“ انہوں نے یاد دہرایا۔

”اوس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔“ اٹنی کی  
بات اب اسے اچھی نہیں لگی۔

”اور اس کے گھر ایک عورت ہے جو بچے بھی  
سنہا لیتی ہے کھانا بھی بناتی ہے۔“

”آپ سے کس نے کہا سارا کلام وہ خود ہی کرتی ہے۔  
”گنا سے بہت آنا جانا رہتا ہے تمہارا؟“

”میں نے انداز پر دیکھا کچھ کھانا پکاتا تھا کہ وہ بولیں۔  
”اس کا شوہر نہ نہیں کرتا تو تم لوگ آنا جانا تم کرو۔“

اور وہ اثبات میں سر ہلانے لگا۔

اٹنی ان کے ہاں آکر ڈرائنگ روم تک تو بھی محدود  
نہیں رہتی تھی۔ عید جی لاؤنچ میں آئی بند رووم میں بھی  
جھا لیتی، لیکن کے بھی پکڑ لگتے مگر وہ جب بھی اس کے  
ہاں جاتے اس میں ڈرائنگ روم میں ہی بٹھاتی۔ ہاں  
شفیق اس کے پیچھے آتی ضرور مگر شہیار شہیار میں اب  
وہ اسے ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھنے کو کہتی تھی۔

آئی بھی ایسا ہی تھا وہ لوگ جا کر بیٹھتی ہی تھے کہ اٹنی  
کے ہاں رہتے والی خاتون ملی آئیں۔

”ارے شفیق! آج تو اسے راتوں کے بعد پکڑا گیا۔  
شہیار صاحب جب بھی آتے ہیں۔ میں آپ کا ضرور  
پوچھتی ہوں۔“

نبیلہ نے چونک کر شفیق کو دیکھا اور اسی وقت اٹنی  
حیزی سے شفیق کو کوئی بات سنائے تھی اس کا انداز ایسا  
تھا کہ نبیلہ بیگم کسی طرح بھی خطر انداز نہیں کر سکتی  
تھیں۔ کیا شفیق نے خاتون کی بات سنی تھی۔

”اچھا بھائی! ابھی میں یہی ہوں۔“ ایک عورت نے  
مواہ جس کے چہرے پر شہیار کا رخ تھا۔ آٹنی کے لیے  
اجازت طلب کر رہا تھا۔

”اٹنی سے ملے جی بڑا ہی المیہ ہوتا ہے  
آپ کی گھر لولا کف پر آپ جیسے مروت چارے لے کر  
دھونڈے سے بھی نہیں ملے۔ جی عورت بہت  
نے آپ کی قدر نہیں کی۔ بیٹھ کھائے میں رہے گی۔“

پتہ نہیں کس کی بات ہو رہی تھی اور اس مروت  
بہت گھری ہر دوئی سنا چاہی تھی۔

”ذرا ٹھہریے۔ آندہ آئے۔“ وہ اسے لے کر  
اندہ گئی نبیلہ بیگم بھی اٹھ کر پیچھے آ گئیں۔

”یہ گھر کا طوطا ہے۔ میری محنت سے بڑیا ہے۔  
نے لے جانے کھانچے گا آپ کی محنت بہت کمزور  
رہی ہے۔ یہ نہیں ہے کسی عورت کو تو ہے جنہیں اپنے  
شوہر کی محنت کی باتیں گھر میں ہوتی۔ میں تو اندر  
روزانہ دو روہ کے ساتھ طوطا گرم کر کے دیتی ہوں۔“

”بھئی! بہت شکریہ بڑی مہربانی۔“ طوطا اس سے بولا

ہو رہا ہے۔ مگر وہ اس کے ساتھ روزانہ دے بھی دیتی ہے۔  
 "تیسرے رہنے دیں۔" وہ بہت شکر گزار ہوا چلا گیا۔  
 "کون تھا یہ؟" فیملی تعلیم نے پوچھا۔

"رشتے میں بچہ رہتے ہیں۔" آپ اس کے انداز میں اس مرد کے لئے لاپرواہی سی اتر آتی تھی۔ وہ شفیق کاویا گاجر کے طبقے کے لادو لگاوا پس فریض میں رکھ رہی تھی اور فیملی اس کے بچن کی بہتر حالت کو دیکھ رہی تھیں۔ اس نام نہاد روم سے جو گفتگو اس نے کی تھی اور اس کے جانے کے بعد جو لہذا اس کے لئے اپنایا تھا۔ اس نے فیملی پر بہت کچھ عیاں کر دیا تھا۔ وہ آپس ڈراٹنگ روم میں آئیں اور شہیار اور شفیق کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

"تم نے انہی کا ہائی گھر بھی دیکھ رکھا ہے؟" وہ شہیار سے مخاطب تھیں۔

"نہیں میں ڈراٹنگ روم تک ہی آتا ہوں۔"  
 "تو آج دیکھو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔" انہیں شفیق جیسی تسکون دینے والی بی بی ہے۔

وہ جواب میں بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر ابھی ابھی خاتون نے جس طرح اس کا بھانڈا پکڑا تھا اسے کچھ نہ کہنی مناسب لگا۔ ویسے انہی کے لیے مل کا یہ انداز اسے اچھا نہیں لگا۔

"ارے آپ لوگ اور کریں آگے؟ چلیے میں اندر چل کر بیٹھتی ہوں۔"

انہی انہیں لڑائی میں کھڑے دیکھ کر بے کھلا سی تھی کہ یہاں ہر طرف کچھ نہ کچھ بھرا ہوا تھا وہ خاتون جلدی سے آگے بڑھ کر جس جیسے سیٹھنے لگیں۔ فیملی نے منع کر دیا بولیں۔

"رہنے دو ہم ادھر ہی بیٹھ جاتے ہیں۔"  
 وہ آپس آکر بیٹھنے لگی کاہنا شہیار سے بولا۔

"چاچو! آج پھر اس کے ہم کھاتے جائیں گے کلی بڑا منہ لیا تھا۔" فیملی تو بچہ نہیں مگر ان کے ساتھ ساتھ اس بات نے شفیق کو بھی حیران کر دیا۔ شہیار نے بچے کو جواب میں کچھ نہیں کہہ خود کو اخبار میں گم کر دیا۔ شفیق کچھ سوچ کر اٹھ کھڑی ہوئی مگر ان میں آئی تو ابھی

کچھ چپقل کی اسلٹ بن رہی تھی۔  
 "کل میرے گھر سے آپ لوگ کس وقت واپس آئے تھے؟ کیا راستے میں دیر لگی تھی؟"  
 "نہیں نہیں تمہیں تو پتا ہے دس بندہ منٹ کی ڈرائیو ہے۔ ہم سیدھے گھر آئے تھے۔ وہ شہیار ہمیں ڈرائیو کرنے کے بعد کوئی مل گیا ہو گا نہیں۔ اس لیے دیر ہو گئی ہوگی۔"

وہ غلام تھا کوئی وضاحتیں دے رہی تھی اور اور فیملی بچے کو اس کے ساتھ کھیلنے کے بہانے ڈراٹنگ روم سے باہر لے آئی تھیں اور پوچھ رہی تھیں۔ وہ آنسو کو ہم کھاتے کہاں لیا تھا۔ گھبراہٹ سے بھی انہی کے ساتھ رہے نورنٹ جاتے رہتے ہیں۔

"ہاں مگر کبھی کبھی جب میں بہت زیادہ ضد کروں تب وہ روتے تو ماشاء اللہ اور لڑاؤ پوچھو کے پاس بھڑک چکی جاتی ہیں۔"

انہی نے اکثر چپرس بازار سے ریڈی میڈ منگوائیں اور اسٹ شہیار کو کھائی۔ ان سے کہنے لگی۔

"مٹلے کے کسی لڑکے کو بھیجیں گی تو پھر برا ہو جائے گا۔ یہ سب کچھ ذمہ دار کی ہے۔ لے آئے ہیں۔"  
 "پہلے بھی منگوائی رہتی ہو؟"

"ارے نہیں نہیں آئی! آپ پوچھ لیں شفیق سے۔ یہ ساتھ ہی تو آئی ہے۔ کبھی جیسا ہے میں نے آپ کے بیٹے کو باز رہا؟"

بچن میں اس کے رشتے کی مدد کام بن رہی تھی۔ وہ ان دونوں کے پاس بیٹھی شہیار کی ڈیوٹی لگاتے تھے۔ مزاح کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ رہی تھی سانس بڑھانوں ہی بہت چپ چاپ ہیں اور اس کی بات کو اور وہ حیران سے نہیں سن رہیں پھر یہ بھی ہو اگر فیملی نے اس کی بہت کات کر شفیق کو کوئی قصہ سنا شہیار کر دیا۔

آج بچل پیلے سے زیادہ آنسو دیکھے گئے تھے۔ پتہ چلا کہ یہ اہتمام فیملی کے لیے تھا مگر انہوں نے صرف گھر کے بے وطنی بچل رائس تو لہ سے رشتہ کے ساتھ لیے۔



”ای آتی فتن بھی نہیں تھک اس علاقے میں لوہر اس  
 بکن کی فتن بہت مزے کی ہوتی ہے۔“  
 شہسوار نے کہا اور انہوں نے سر اٹھا کر مینے کو دکھا۔  
 ”تم آتے رہتے ہو لوہر فتن کی دعوت لائے؟“  
 انداز ایسا تھا کہ اگلی اور وہ دونوں کھبرا گئے اگلی پہلے  
 سنبھلی اور بولی۔  
 ”ارے شفق! تم کچھ لے ہی نہیں رہیں۔ میری  
 جان اتنا اہتمام میں لے تم ہی لوگوں کے لیے تو کیا ہے۔“

”مجھے بھوک نہیں ہے۔“ شفق نے بے حد  
 رکھائی سے کہا تھا۔  
 ”اچھا پھر کچھ میٹھا ڈالیں؟“  
 ”میں نے کھانا۔ بھوک نہیں ہے۔ تم یہ تلف  
 مت کرو۔“

اب کے اس کا انداز شہسوار کو بہت برا لگا بڑے  
 توبوں کے ساتھ اس کی جانب دیکھا مگر وہ متوجہ نہ  
 ہوا۔ خود اٹھا کھانے پہلے ہی ہاتھ بچھ لیا۔  
 ”ای آتی فتن کچھ میٹھا لیا؟“  
 ”میں بازار کی کئی اشیاء نہیں کھائی۔ پہلے میں خود  
 لیتے تھے سے نکالی تھی۔ اب اللہ نے دونوں بہو میں  
 بھی گھر گھر ہستی کو سنبھالنے لگا دی ہیں۔“  
 اگلی اٹھ کر بیٹے کی فرمائش پر اندر سے کچھ لینے گئی تو  
 شہسوار بولا۔

”اس نے اتنا سب کچھ آپ ہی لوگوں کے لیے  
 منگو لیا ہے مگر یہ نہیں پسندوں اسنے لڑے کہیں کر  
 رہی ہیں۔“

”تم تو کھاتے ہو ہوا اس کھاتے جاؤ اور مجھ کو  
 کے اس کی تڑپیں کرتے جاؤ۔“  
 نمینہ نے بنا کسی لحاظ کے بری طرح انڈیا تھا۔  
 شفق اب بھی سر جھکائے چپ چاپ بیٹھی تھی۔ بہت  
 سی باتیں بہت سے عقروں اور بے تحاشے  
 نکال رہی تھی۔ سب کچھ اب تک کس طرح  
 نظر انداز کرتی آئی تھی کچھ سے بے وقوف عورت بھی  
 فتنے میں کوئی نہیں ہو گی۔

”چلیں آئی! آخر موصلا ہوا ہے۔ یہ کیا۔“  
 ”ہاں ہاں پھوٹا۔ وہ بھی حسرت سے بولیں۔“  
 ”وہ جانے کا ہے کئی ہے۔“ شہسوار نے یاد دلایا۔  
 ”جہ نہیں مٹانے گئی ہے یا بازار سے منگوائے تھی  
 ہے۔“ انہوں نے فتنہ لایا پھر بولیں۔  
 ”اگلی کلمہ پڑھو عورتیں اس ہی مہمانوں کو پسند کرتی  
 ہیں جو بنا کچھ کھائے پئے ہی اٹھ جائیں۔ میرا نہیں  
 خیال وہ لایا وہاں ہمارا کرے گی۔“

لوہر اگلی ایسا ہی ہوا۔  
 ”مجھے حیرت ہے شفق! تم جیسی سلجھی ہوئی لڑکی کی  
 دوستی اگلی جیسی عورت سے کیوں ہو گئی؟“ وہ اگلی پر  
 گازی میں بیٹھی وہ یہ حوالہ شہسوار کو مٹانے کے لیے  
 کہہ رہی تھیں۔

”کسی کے بارے میں اتنی جلدی مٹانے کا تم نہیں  
 کرتی چاہیے۔“ وہ چپ نہیں رہ سکا۔

”میں نے یہ بل دھوپ میں سفید نہیں کیے۔  
 اسکول میں جب تک ہے جی میں یہ سیوں کو گل سے  
 واسطہ نہ تھا اور اس کے علاوہ بھی یہاں تک پہنچتے تھے  
 نہیں تھے جنہوں کو پھل اور دھوا ہے میں نے اگلی کو  
 پانچائے میں کوئی فطرتی نہیں کی۔“

اس دوران شفق ہاتھوں کا موش اور بے حد فتنی  
 تھکی سی تھی جس نے بحث میں کوئی حصہ نہیں لیا  
 لیکن جس طرح شہسوار کھل کر اگلی کی طرف داری کر رہا  
 تھا اس کا دل لہو لہو رہا تھا۔

”چلیں میری ہی ہے۔ میں نے بوش اس کے  
 سامنے اگلی کی شخصیت کو برصا پر جا کر پیش کیا ہے۔“  
 میری دوست تھی۔ مجھے اگلی کی فتنی بھی طرح میں نے  
 شہسوار کے دل تک اس کا راستہ مٹانے کی مصلحت یوں  
 کی اور میں سب تک کچھ سمجھی کیوں نہیں وہ میں نے  
 آنکھیں بند کر کے دونوں پر اعتبار کیوں کیا؟ وہ اس کے  
 ساتھ اگلی کو لگ بھگ جاتی ہے۔ شہسوار اکثر اس کے گھر  
 بھی جا رہا رہتا ہے۔ وہ کیا چور ہے۔ اسی کے تو کبھی  
 مجھ سے ذکر نہیں کیا۔“

”اتر دینا پھر آ گیا ہے۔“ وہ اتنی ابھی ہوئی تھی کہ

وہ مری عورت کو چھ پر ترجیح دے کر مجھے میری ہی نظروں میں گرایا ہے۔  
 ”تم ایسا کیوں سوچتی ہو، میرے کی قدر تو ہو رہی کہ ہو کر رہی ہے۔ تم جان لو کہ اس کی نگاہ تو ہر شے سے ہی نہیں مگر ہم اسے کچھ میں بدلتے ہی نہیں دیکھتے ہیں۔“

”کیا میں شہوار پر اپنے قلب کا اظہار کر دوں؟“  
 ”نہیں اس طرح اسے جو جھجکا ہے وہ ابھی باقی رہے گی۔ میں اس وقت بستر پر لیٹ کر سونے کے بجائے تمہارے ہی بارے میں سوچ رہی تھی۔“  
 ”کیا ابھی اپنے میاں سے طلاق لینے کر شہوار سے شادی... اس سے آگے سے بولا نہیں گیا۔“  
 ”میرا نہیں خیال اس طرح کی عورتیں صرف اور صرف مردوں کو اپنی طرف متوجہ رکھنے کی حوصلہ ہوتی ہیں۔ یہ بات تو وہ خود بھی جانتی ہے۔ شہوار اس کے بچوں کو بھی نہیں اپنا سکتا اور اپنے بچے تو کسی طرح نہیں چھوڑ سکتی۔“

”وہ شہوار کے ساتھ کبھی بھی نہیں ہے۔“  
 ”بھی ہوا داشت نہیں ہو رہا۔“  
 ”میں نے کہا تھا کہ بہت سے کام لہو لہو گا میرا خیال ہے۔ ہمیں ابھی پر بھی یہ ظاہر نہیں کرنا چاہیے کہ ہم اس کی سیاہ بھل دیکھ چکے ہیں۔“  
 اس نے اذیت میں سر ہلایا۔

”مجھے شہوار کے آفس جانے کے بعد انہوں نے شفق کے میکے فون کیا۔ چھوڑ اس کی اسی سے بات کرنے کے بعد نرم سے بات کو مانے کو کہا۔ اور حال احوال دریافت کرنے کے بعد ابھی کے بارے میں پوچھنے لگیں۔“  
 ”کیا ہوا ابھی آپ اس کے بارے میں مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہیں؟“  
 ”تمت دخل نہ کرنا کیاتے اس کا میری دوسو کے گھر ہیں۔ یہاں تک کہ البتہ شفق بھی شکایت لگتی ہے۔“

اسے پتہ ہی نہیں تھا غیلہ کی تواضع وہ مری سانس لے کر تجھے تجھے انداز میں گاڑی سے اتر آئی اس کے انداز کو شہوار نے حیرت سے دیکھا۔  
 ”کیا ہوا؟ جب تم ابھی کے بل کی تحفیں بالکل ٹھیک تھیں شاید ابھی کی باتوں نے تمہیں ہرٹ کیا ہے۔ یہ نہیں وہ ایسا کیوں کہہ گئی ہیں حالانکہ ہمیشہ انہیں ہر ایک کے ساتھ کھیلے دل کھلی باتوں سے ملنے دیکھا ہے مگر ابھی کے لیے ان کا رویہ میرے لیے بھی حیران کن ہے۔“

جواب میں وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اسے پتا چاہتی تھی وہ ابھی کی رائے سے بالکل متفق ہے انہوں نے ابھی کے بارے میں جو کہا ہے اسے دل سے ماننی ہے مگر وہ کا بو جو اتنا تھا کہ اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ سامنے کھڑے شخص اسے خود سے پیڑے کر رہا تھا۔ بہت دیر تھا اس پر اور اس نے کیا کیا اس پر ایک مری عورت کو ترجیح دے کر اسے اپنی نظروں میں دو کوڑی کا کر دیا۔

شہوار بستر پر لیٹے ہی سو گیا اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ بستر سے اٹھی اور باہر آگئی۔ شاید ابھی جاگ رہی ہوں۔ وہ ان کے کمرے میں نئی دوا ابھی جاگ رہی تھی اور بستر پر لیٹے کے بجائے سنگل سوئے پر بیٹھی کسی سوچ میں گم تھی۔  
 ”میں آج کل ابھی!“

”کو بیٹا کو تم ابھی تک سو نہیں کیوں نہیں؟“  
 ان کے پیروں کے قریب کمرٹ پر بیٹھ گئی سمران کی آنکھوں میں رکھا اور حیدر کا ہنہ صحت گیدا۔  
 ”نہیں بیٹا! روتے نہیں ہیں زندگی میں بہت سے ایسے مقام آتے ہیں جب تمہارے زندگی بہت بوجھل ہو رہی ہے۔ ہم اس کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہیں مگر پھر یہ وقت گزر جاتا ہے۔ زندگی پھر سے رواں ہواں ہو جاتی ہے اس بیٹا! ذرا انھل سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے اور تم مت گھبرو۔ تم ابھی نہیں ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔“  
 ”مگر میرا سب کچھ ختم ہو گیا۔ شہوار نے ایک



”شمار اچھا لگتی تھی اس نام نہاد نے گتے ہیں کیا؟“  
 ”ہاں کی بات تو یہی تھی۔“  
 ”آئی! اچھے وہ بھی بھی اچھی نہیں لگی۔ جب میں  
 چلا کر اس گھر میں آئی تو وہ میرے میاں سے تو  
 بے تکلف تھی ہی۔ ان کے سامنے مجھے کوئی بہت تھی خود  
 کو عقل کل ثابت کرنے کے چکروں میں رہتی تھی اور  
 تب تو جانتی ہیں مولا کی صورتوں سے اگر وہ یہی نہ ہو  
 بہت متاثر ہو جاتے ہیں غرض یہ وقت نہیں تھی  
 وہ مجھ سے کتنی ارے بھائی! کیا لائل سا گھر پس لیا ہے  
 آپ نے۔ اور میں پورے اعتماد سے کتنی ذل یہ کالے  
 کھونے نوگوں پر لگتا ہے مجھ پر تو ہر گھر جتا ہے یہاں  
 تو کبھی بھول کر بھی نہ پہناتا۔ کبھی میرے ہاتھ کسی  
 کھانے پر اعتراض کرتی تب بھی میں ایسا ہی بواب  
 رہتی اور آخر اس نے میرے سامنے آگاہی کر دیا۔ مگر  
 شفق بہت نادان ہے اور یہ جو اس کی وہ تھی پر ایمان بھی  
 لاد چکی ہے۔“

”تمہاری باتوں سے مجھے ایک تسلی تو ہوتی ہے کہ وہ  
 جو کبھی کر رہی ہے صرف۔ اچھی نظر نہ لگے۔“  
 ”یہی ہے۔“ شمار میں اس کی دہری دہری حیرت کی  
 نہیں ہے۔“  
 ”پھر بھی آئی! آپ نگاہ کریں۔“  
 واقعی ارم کا مشورہ حق تھا اور پھر شمار کا دل بھی  
 تو اس کی جانب مائل محسوس نہ تھا۔

\*\*\*

شفق دوسرے کھانے کی تیاری کر رہی تھی جب  
 انہی کا فون آگیا۔ وہی بے تکلف اور پیار بھرے انداز  
 شفق نے اچانک سن لیا اور سلی فون لے کر خیلہ کے  
 پاس آ بیٹھی۔  
 ”بائے شفق! تمہاری ساس تو مجھے بہت ہی حیر  
 عورت لگتی ہے۔“  
 خیلہ کے اشارے پر اس نے ہاں ہاں مائی۔

”اس سے ذرا دور رہو رہا اور سنو لیا وہ خدمت  
 کرنے کی ضرورت نہیں۔“ شفق جلدی دانتیں چلی

ہائے اچھا ہے۔ ویسے کچھ جا کر میرے ہارے میں کوئی  
 بات تو کی ہوگی۔“  
 ”نہیں وہ جلدی ہو گئی تھیں۔ اچھا لگی میں کھا رہا  
 رہی تھی۔ شمار آفسوائے ہوں گے۔“  
 ”کیا بتا رہی ہو؟“  
 ”قیمہ مٹر۔“

”ہوں میری فیورٹ ڈش۔“ کوئی اور وقت ہو تو  
 شفق جنت اپنے ہاں آنے کی دعوت دے دیتی مگر  
 آج اس نے ایسا نہیں کیا۔  
 ”اچھا شفق! تم بیکن دیکسو میں ابھی آئی ہو۔“ وہ  
 فون سے غاص ہوئی خیلہ کے ذہن میں نجات کیا آئی۔  
 اچھا کوئی ہو میں اور تو مجھے کے بعد وہ انہی کے  
 بیٹے کے ساتھ موجود تھیں۔

”آپ انہی کی طرف لگی تھیں۔ کیا ان آپ کے  
 ساتھ تھی ہے؟“ اس نے حیرت سے پوچھا۔

”نہیں صرف اس کا بیٹا! خاصا خدی اور بد عزم  
 ہے۔“ اس کی بیٹی خاتون ہمارے لیے سوہ مند رہیں  
 گی۔“

شفق سمجھی نہیں مگر اتنا سمجھ رہا تھا کہ جو کس کی ملا  
 نہیں ہو گا اور جب شمار گھر میں داخل ہوا، کچھ  
 دھاتیں مار کر رہا تھا اور چاکلیٹ کی فرمائش کر رہا  
 تھا۔

”کیا انہی آئی ہیں؟“ اس کے بیٹے پر غصہ ہوا  
 پوچھ گئے۔

”نہیں میں اس کی طرف لگی تھی۔ بیٹی نے زور کر  
 گھر سر پر اٹھا رکھا تھا۔ یہ بھی خدی پر غصہ کیا ہے چارہ تھا۔  
 اسے میں لے آئی۔“

”یہ بہت خدی ہے۔“ اسے کیوں لیں آئیں۔  
 میں دوسری ریسٹ گاہلی ہوں اور یہ اپنے پیپ کی  
 کاپی۔“ شمار کے انداز میں بچے کے لیے بے زاری  
 ہی بے زاری تھی اور اسے خیلہ نے پوٹی کامیابی اچھا  
 تھا۔

”پلیز اسے خاموشی تو کروائیں۔ شفق ہے کہیں۔  
 وہ اسے بہت اچھی طرح جانتی ہے۔“

یہ تو نہیں کہتے آہستہ آہستہ سب سے لگیں۔

\*\*\*

اگلے روز جو شہیار گھر آیا۔ اگلی کے دونوں بیٹوں کے گھر پہنچے۔ پہلا اگلی اور شفیق بازار گئی ہیں۔ دوسری اگلی کی بیٹی اور شفیق کے دو بھائیوں کے گھر پہنچے۔ شہیار کا چوراہہ گھر کی کھڑکی کھلی تھی۔ اگلی سب فرش پر تھے۔

گھر آتے ہی اگلی نے پوچھا کہ تم نے کون سے گھر سے آئے ہو؟ اگلی نے کہا کہ میں بازار سے آئی ہوں۔ اگلی نے کہا کہ تم نے کون سے گھر سے آئے ہو؟ اگلی نے کہا کہ میں بازار سے آئی ہوں۔

اگلی نے کہا کہ میں بازار سے آئی ہوں۔ اگلی نے کہا کہ میں بازار سے آئی ہوں۔

میں کس کس کو بھول رہا ہوں؟ یہ سب اس نے اگلی کے سامنے ہی کیا ہے۔ وہ تو بھولی ہے اس کی اگلی نے اپنے گھر کی حالت اس سے بھی پوچھ رہی تھی۔

”ہاں اس کی رشتہ کی ساری باتیں سن رہی ہیں۔“

”تو یہ بیٹا ہی ہے اور گھر میں جیسے لاؤڈ اسپیکر نصب ہے۔“

اس نے رازت نہیں کر سکی کہ جسے وہ کیا اس وقت سے لے کر اگلی سین پر غور کیا اور رازت لگا کر مارا۔

”تو بے بد تمیز تو اُم ہے۔“ شہیار نے رازت لگا کر اگلی کو دلی آگ کر دیا۔

”انگل گھر دیکھنا ہے۔“ رازت کے مطابق قرش پر لے کر گیا تو یہ دیکھنے لگا۔

غریب خان میں جا کر شفیق کو فون کر چکی تھیں کہ وہ واپس آئیں۔ شہیار سے کہہ دیا کہ وہ اپنے گھر سے واپس آئیں۔

”شہیار بیٹے! اب کمرے میں مت چل پڑنا۔“

”شفیق اس وقت کھانا پک رہی ہے۔“

”انگل گھر چاکلیٹ کھاتی ہے اور اسی رازت میں اس کمرے بھی کھاتے تھیں۔“

”جسپ خاموش۔“ شہیار تو ایک لفظ بھی بولے۔

”ہاں! اچھوٹے کے ذہن سے وہ دھماکا چھ بھر سے لگا پھانسنے لگا۔“

”آج کا بچہ بھی بڑا ہوا اور رازت بھی کر سکتے ہیں۔“

”ہاں! بازار میں کمرے کے دروازے پر لگ رہی تھی۔“

”ہاں! بازار میں کمرے کے دروازے پر لگ رہی تھی۔“

”ہاں! بازار میں کمرے کے دروازے پر لگ رہی تھی۔“

”ہاں! بازار میں کمرے کے دروازے پر لگ رہی تھی۔“

”ہاں! بازار میں کمرے کے دروازے پر لگ رہی تھی۔“

”ہاں! بازار میں کمرے کے دروازے پر لگ رہی تھی۔“

”ہاں! بازار میں کمرے کے دروازے پر لگ رہی تھی۔“

”ہاں! بازار میں کمرے کے دروازے پر لگ رہی تھی۔“

”ہاں! بازار میں کمرے کے دروازے پر لگ رہی تھی۔“

”ہاں! بازار میں کمرے کے دروازے پر لگ رہی تھی۔“



السلام علیکم

**FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK (ویب سائٹ) ہمیں اپنے بلاگز**

**PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER**

کے لئے ناول رائٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور چیچ پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- [aatish2kx@gmail.com](mailto:aatish2kx@gmail.com)

Facebook ID :- [www.facebook.com/aatish2k11](http://www.facebook.com/aatish2k11)

Facebook Group :- **FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST**

**SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION**

آفت پہنچے مجھ سے نہیں سنبھالے جاسکتے کچھ مدد کرو۔

”نہیں نہیں یہ ضد ہی بہت کرتا ہے۔“ وہ کچھ شرمندہ سا ہوا اور اٹھ کر پیچھنے کرنے اپنے کمرے میں چلا گیا۔

یہ دونوں اٹھی کو کھانے پر روکتی رہیں مگر وہ کی نہیں بچوں کو لے کر واپس چلی گئی۔



تیسرے روز جب نیلیہ اس کے بیٹے کو لینے جا رہی تھیں تو شفیق نے کہا تھا۔ ”وہ ناراض ہو کر گئی ہے اب نہیں بھیجی گئی۔“

”نہ لینی کرنے میں کیا حرج ہے؟“ وہ چلی آئیں۔

انجی واش روم میں گر گئی تھی خنہ پرست چوٹ لگی تھی۔ اس سے تو پتہ چل رہا تھا کہ اگلی نہیں ہو جا رہا تھا۔

”تمہاری منہ کو بھی ان ہی دنوں میں جانا تھا۔“ وہ بڑبڑائیں۔

”بس آئی اب مطلب پرست ہیں۔“ وہ کرائی۔

”تم انھو چلو میرے ساتھ جب تک ٹھیکہ نہیں ہو جاتیں۔“

”کوئی اگر مگر نہیں بس چلو۔“ وہ تینوں کو زبردستی لے آئیں۔ انجی ملتی لباس میں اور بغیر میک اپ کے تھی۔ نیلیہ نے الماری سے اس کے دو بے حد عام سے جوڑے اٹھائے تھے۔

میک اپ کے بغیر اس کا ساٹوا رنگ بہت گہرا ساٹوا لگ رہا تھا۔ مسکارے اور آنٹی پشیل کے استعمال کے بغیر آنکھیں بھی گہرے ساگر نہیں دکھ رہی تھی۔

ہونٹ اور بھی پرانا تراچھوڑ رہے تھے۔ وہ تکلیف میں تھی۔ یہاں اگر نیلیہ نے اسے اپنے بیڈ روم میں لایا۔

میک اپ کے بغیر وہ کیسی لگتی ہے۔ وہ خود بھی جانتی تھی۔ خیال تھا شہسوار کی آمد سے پہلے وہ میک اپ کر لے گی اس کی پینٹنگ تو نیلیہ نے آئی نے کی تھی وہ ایسا کچھ بھی نہیں لاتی تھیں میں شفیق سے لے لوں گی مگر شفیق یہ نہیں کہیں کہاں مصوف تھی۔

”ای امیں ابھی تھکا ہوا آیا ہوں۔ میں کیا کروں؟“ وہ بھلا یا۔

”تم تو ان کے گھر جاتے رہتے ہو۔ تم سے تو کچھ مانوس ہوں گے۔“

”میں نے کبھی انہیں زیادہ لفٹ نہیں کرائی کالے کالے بچے مجھے اچھے نہیں لگتے۔“

”اچھا میرا خیال کر کے ہی بیٹھ جاؤ۔“ وہ بدلتی سے بیٹھ گیا پھر والا۔

”کھانے میں کیا بنا ہے۔ میں پیچھنے تو کر آؤں پھر کھانا کھاتے ہیں۔ یہ خردہاں بھی شاید کھل جائے اور اس پڑیل کے منہ میں فیڈ رہی ڈال دیں۔“

”کھانا تو شفیق بنا کر نہیں گئی۔ بس وہ انجی کو جلدی تھی بولی۔ اگر ایک دن وقت پر کھانا نہیں ملے گا تو کیا ہو جائے گا۔ اصل میں اس کا میاں تو ہے بلا صلا ناخس۔“

”اب کیا ہوا کھاؤں شفیق کو نہیں پتہ تھا میں آفس سے آنے والا ہوں۔“

”بس بیٹا! سبکی کاربست اثر لیتی ہے۔“

”کسی اچھی بات کا بھی اثر لے لے۔“

”کون سی اچھی بات گھر آئے ہر مرد کے آگے پیچھے پھرنا ہے اس کی بیوی کے خلاف ورغلا نا یا اپنے شوہر کی پروا نہ کرنا۔ ہر کسی کے سامنے اس غریب کا فائدہ اڑانا تو اس کے آرم کی خاطر محنت کرتا ہے۔“

ابھی باتیں ہو رہی تھیں کہ شفیق کے زور زور سے بولنے کی آواز اس آئے لگیں۔ نیلیہ نے پیچھے کے ہاتھ میں پکڑا کھلونا کھینچ لیا۔ وہ پھر سے چلائے لگا۔ ساتھ ہی دڑ کر بیٹی بھی رونے لگی۔

”جب کر جاؤ ورنہ اٹھا کر باہر پھینک دوں گا۔“ وہ دھماکا تھا اور انجی ٹھٹھک گئی تھی پھر تیزی سے اندر کی جانب اپنی روٹی بولی پٹی و سینے سے لگایا بیٹے کا ہاتھ چوبا۔

”جب سے آئے ہو شہسوار بچوں پر تاک بھوں چڑھا رہے ہو۔ جی بے مود پرانی اولاد روشت نہیں کر سکتا۔“



## موٹاپے سے نجات

کہا جاتا ہے کہ ہر بیماری کی چیز پیٹ کی خرابی سے ہوتا ہے۔

اور پیت کا بڑھ جانا خواتین کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔

اسی طرح چہرے پر مہاسے  
کیل، جھانیاں بھی پیٹ کی خرابی  
سے ہوتی ہیں۔

خواتین کے ان تمام مسائل کا حل



غالب جی کی باتیں = پیار کرنا

Vehicle's

YACHTING HAZINI

واحد کا چوبہرا ماضم

موتیایا، ہیٹ کا بڑا بیانا، معدے گرانی و حیرت۔

قیمت = 60 روپے

شہزادی گاڑی کی آواز اس نے سن لی تھی اور وہ  
 بڑی بے چینی محسوس کر رہی تھی عام سے گاڑی کے  
 کچھ بڑے کچھ بکھرے ہلے بے رونق چہرے آف یہ  
 شوق مہل مرچ ہے اسے بے تحاشا غصہ آیا اسی  
 وقت اس کے بیٹے کے اندر زور سے رونے کی آوازیں  
 آنے لگیں۔

”ای! ای! شہزاد چلا گیا تھا آپ آج پھر اس  
 کیفیت کو اٹھا لیں۔“ پتہ میں اس کالے کلوٹے  
 میں آپ کو کیا کشش محسوس ہوتی ہے چپ کر جا  
 محسوس! یہ وہ ہے جسے مخاطب تھا۔

”یہی ضعیف اس کی بہن بھی تھی ہے۔ تمہارے بیٹے  
رسورہی ہے“ نبیلہ نے ہنس کر کہا تھا۔

”میرے بیڑ پر کیوں میں نے شفق سے پہلے بھی  
کہا تھا اے میرے کمرے میں مت ڈالا کرے عجیب  
ہی اسمل آتی ہے اس سے۔“

”میرا خیال ہے انہی بچوں کو کم کم ہی شملاتی ہے  
 ”اس لیے۔“ اس خیال کا اظہار نبیلہ نے کیا پھر اس

۱۰۔ ”مجھے بھی میٹرین چاہیے۔“ پچھو اپنے نام کا ایک  
 ٹکڑا۔ اندر اسی غصے میں مل گھاری تھی۔

”میرے بچوں کے لیے اتنی نعمت ہے شہیار کے  
 ہاں میں۔۔۔ کیسے کیسے نام و نشانہ انہیں لور میزٹی پہلی  
 محبت اپنے بچے ہیں۔ بہت پیار کرتی ہوں میں اپنے  
 بچوں سے۔“ تیز غصے کے ساتھ سیل اٹھایا اور میاں  
 کو کال کرنے لگی شہیار کے گھر کا ایڈریس بتا کر جلد  
 سے کوکھ چلا۔

باہر اس کا بیٹا اب بھی رو رہا تھا۔ شفق نے شاید  
اسیابی کا گلاس لاکر دیا تھا۔

”نہیں پیوں گا نہیں پیوں گا۔“

”میت پر عورتاڑی طرف سے۔ خجور اب آواز  
 نکال اور شوق پلیر اس آفت کو وہاں سے اٹھاؤ۔ دیکھو  
 آرام سے اٹھاؤ جاگ مٹی تو گھر سر اٹھالے گی، اتنی  
 سہری طبیعت ٹھیک نہیں ملو ہو رہا ہے میں بس ایک  
 کب جائے لے کر مونا جاتا ہوں۔“

[illegible]

**Wahid** Herbs Lab Karachi-Pakistan

وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا اسی وقت نظر آتے ہوئے انہی لڑکوں میں آئی تھی۔

”ارے یہ انجی ہے یا اس کا بھوت۔“ وہ ٹپٹھکا۔  
 ”بیٹا ادھر تو میرے پاس۔“ فون کیا ہے میں نے تمہارے بیٹا کو۔ ابھی آ رہے ہیں پھر تم اپنے گھر چلیں گے راستے میں تم جو کہو گے۔ تمہارے بیٹا نہیں ولائیں گے۔“

وہ شہیار کی طرف دیکھے بغیر بہت سیات انداز میں شاید اسے ہی سنائے کو بچے سے کہہ رہی تھی۔

”انجی تم بھی آئی ہو نہیں سمجھانچے ہی ہیں اور یہ تمہیں ہوا کیا طبیعت تو تھیک ہے تمہاری؟“ انجی نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں شفق سے بولی۔

”جی کو مجھے دو اور آنجی کے کمرے میں رکھا میرا بیک بھی لے آنا۔ ان کے بیٹا آتے ہی ہوں گے۔“

”انجی تم لوگ کھانا کھا کر جانا۔“

”نہیں آنجی! شکریہ۔ اس کے پیٹ سے کہا ہے میں نے وہ بازار سے لیتے آئیں گے پھر ہم نے اپنے بیٹے کو اس کی پسند کے کھانے بھی دلوانے ہیں۔“

”اچھا تو بچوں سے پیار کرتا ہے تمہارا میاں چلو یہ بھی قیمت ہے۔ میں سمجھی جیسے تم پر توجہ نہیں دیتا ایسے ہی شاید بچوں کو بھی اگور کرتا ہے۔“

”نہیں میں آنجی! اپنے بچوں میں تو جان ہے ان کی کوئی ان کے سامنے ان کے بچوں کو کچھ کہہ کر تو دیکھے اور میرا بھی بہت خیال رکھتے ہیں۔ اب تو میں نے بھی سوچ لیا ہے۔ انہیں بھی شکایت کا موقع نہیں

دوں گی بس میں میرے بچے اور ہمارے سر کا سا بیان اظہر۔“ یقیناً اس نے یہ سب شہیار کو سنایا تھا۔

کچھ ہی دیر کے بعد اظہر آ گیا شہیار نے آج پہلی بار اسے دیکھا۔ انہیں خاصا مضبوط شخص تھا دم از کم اس سے تو بالکل مختلف جو کچھ انجی بتاتی رہی تھی آتے ہی

نیکی کو یاد کیا پھر بیٹے کو گود میں لے لیا۔

”چلتے گھر چلتے ہیں۔“ انجی اس کے بے حد قریب کھڑی تھی اور یہ عام سی بات بھی بڑے خاص انداز میں شاید شہیار کو کچھ جاننے کے لیے کہہ رہی تھی۔

”کھانا کھا کر جاتے آپ لوگ۔“ نیلہ نے کہا مگر انجی کسی طور تیار نہیں تھی۔

”لو اتنے بھٹے پاس شوہر کے لیے یہ عورت کیسے کیسے الفاظ استعمال کرتی رہی ہے۔“ نیلہ نے ان کے جانے کے بعد کہا تھا۔

”جی آنجی! انجی کو وہ روئی سیمینے کی ہمیشہ سے عادت ہے۔“ آج شفق بھی چپ نہیں رہ سکی تھی۔

”گھر میں کیسا سکون ہو گیا ہے بچے تو گھر کی رونق ہوا کرتے ہیں مگر اس کے بچے تو آؤت ہیں۔“ یہ نیلہ تھیں۔

شہیار نے شفق سے دوا کے لیے کہا اور پھر سے کمرے میں چلا گیا۔



شہیار کو فلو ہوا پھر بخار نے آ لیا تین دن تک وہ آفس نہیں جا سکا اور ان تین دنوں میں ان دونوں نے اسے کمرے میں اکٹھا نہیں چھوڑا۔ ایک کام کے لیے

انجی تو دوسری آئی تھی۔ وہ اسے انجی کو کل کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھیں اور شہیار ایسے ہی فحشی تلاش میں تھا انجی تھیں۔ ان تین دنوں میں صرف پہلے

روز ہی اس نے انجی کے بارے میں سوچا تھا۔ کیا میں بچوں سمیت اسے قبول کر سکتا تھا؟ یہ میں کسی ظلم

میں گرفتار ہو رہا تھا۔ میں جو ہمیشہ خود کو بہت سمجھدار سمجھتا رہا مجھے کیا ہو رہا تھا؟ وہ خود پر حیران تھا اور بس۔

تیسرے دن وہ آفس گیا اور وقت بڑا پس آیا۔ شام میں ان دونوں سے کہیں باہر چکے گئے کہہ رہا تھا اور انہوں نے انکار نہیں کیا۔

بہت دن گزر گئے۔ انجی کا فون بھی نہیں آیا اور شفق خود سے کل کرتی۔ اب تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔

اور جس روز ڈاکٹر نے شفق کو امید سے ہونے کی خوش خبری دی تھی سو بے اعتدال روز ہی تھی۔

”شفق! کیا ہو ابھی کیا تم خوشی سے رو رہی ہو؟“



”نہیں آئی! میں شہسار کے بارے میں سوچ رہی تھی اگر آپ نہ آئیں اور یہ مسئلہ حل نہ کر لیں تو آج یہ خبیثہ عورت کتنی بے لیاں ہے۔“  
وہ جواب میں لٹی نہیں کر سکیں! اس کا سر پیٹنے سے لگا کر تھپکنے لگیں۔ پھر اسے خود سے الگ کیا اور بولیں۔

”بیٹا حادثہ یہ۔“ عورت اپنے مو کے سامنے دو سری عورت کی تعریف نہ کرے۔ مگر دوسری بہت سی باتوں کی طرح ہم نے بھی اس بات پر بھی غور نہیں کیا۔ اس کی حکمت سے ناواقف ہی رہے۔ میں مانجی ہوں بہت زیادہ قصور شہسار کا ہے مگر کیا کریں بیٹا! یہ معاشرہ مرد کا معاشرہ ہے عورت کو چھوٹا چھوٹا قدم رکھنا ہے ورنہ آسوا اور پچھتاوے ہی رہ جاتے ہیں۔



جب ان کے ہاں پہلی بیٹی ہوئی تو شہسار نے بہت جتنی ہوئی آناؤش میں کچھ خوشخبری سنائی تھی۔  
”کیسی ہے وہ؟“ بھری اشتیاق کے ساتھ پوچھا تھا۔

”بہت پیاری بالکل شفق جیسی۔“ اور جمال ہاں مطمئن ہوئی تو وہیں ایک آسودہ سی مسکراہٹ شفق کے ہونٹوں پر بھیج گئی۔

تقریباً ڈیڑھ سال بعد ہی وہ پوتی کو دیکھنے پاکستان آ سکی تھیں۔ وہ گاڑی میں ہی انہیں بتا رہا تھا۔

”بہت پسند کیجی گئی ہے اور تیز وار بھی۔“  
”اچھا! اچھی کے بچوں کی طرح گلا پھاڑ پھاڑ کے تو نہیں روئی؟“ وہ پوچھ رہی تھیں۔

”نہیں نہیں! وہ میری اور شفق کی بیٹی ہے بھلا ایسی کیسے ہو سکتی ہے؟“

”چلو شکر ہے تمہیں میرے کی قدر تو ہوئی۔“

”کیا مطلب امی؟“ اس نے ان کی جانب دیکھا اور جواب مل گیا۔

”میں جھگ گیا تھا امی اور مجھے آج تک حیرت ہے۔“

کیا تھا اس عام سی عورت میں؟  
”بیٹا! میں نے آج تمہیں اس لیے یہ یاد دلایا ہے کہ اب تم بھی ایک بیٹی کے باپ ہو۔“  
”امی! میں یہ غلطی کبھی نہ ہرانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ شکر ہے کہ شفق اس بات سے ناواقف ہے۔“ وہ جھجکتے کہتے رنگ گئیں۔

وہ بات دو سو سال سے شہسار پر ظاہر نہیں کی گئی تھی شفق چپکے سے برداشت کر گئی ہے۔ کیا شہسار کو بتا دوں۔

انہوں نے کچھ دیر سوچا پھر فیصلہ کیا نہیں شہسار کو بتا دیا تو پھر وہ اپنی محبتوں کے اظہار میں جھجکا کا شکار ہو جائے گا اسے اسی غلط فہمی میں رہے دو کہ شفق کچھ نہیں جانتی۔ وہ تمہاری بے وفائی سے ناواقف ہے۔

اسی میں شفق کی بھلائی ہے۔ مگر قریب آچلا تھا۔

”امی! شفق نے گھر کو بالکل بدل کر رکھ دیا ہے۔“

تمام فریج پر نیا ڈالوایا ہے۔ بہت اچھا لگ رہا ہے۔ آپ دیکھیں گی تو خوش ہو جائیں گی۔“

انہیں وہ شفق یاد آگئی تھی جس کی دنیا میں بیٹنے کو

ہی تھی اور شوہر مل جانے کے بعد بھی وہ اس کی واپسی پر بے چین تھی۔



### ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 5 خوبصورت ناول

500/-	رضانہ نگارہ خان	زندگی ایک روشنی
180/-	شادیہ چودھری	حیرت نام کی شہرت
400/-	عائزہ اعجاز	آئینوں کا شہر
150/-	فرزاد عزیز	عین سے عورت
300/-	آسید زاتی	دل آسے ڈھونڈ لایا

مکمل کتابچہ:

کتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی۔

فون نمبر: 2216361